فون نمبر: 5863260
5862956

مدیر: چوہدری ریاض احمد
Email: centralanjuman@yahoo.com

رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 100 | 18 ربیع الثانی تا 18 جمادی الاول 1432 ہجری یکم تا 31 مارچ 2013ء | شمارہ نمبر 6-5

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اصل نماز وہی ہے جس میں اِنسان خدا کو دیکھتا ہے

دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں انسان خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دُعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو! کوئی آدمی کسی کی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو، جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذت کا خوگر اور عادی ہو جب وہ اس سے چھوڑائی جاوے تو وہ ایک دُکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے۔ پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑیں گی۔ پھر وہ سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اس کو کوئی دُکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔'' (اخبار الحکم جنوری ۱۹۰۳ئ)

''ہمیں آگ سے مت ڈرا''

از: عامر عزیز الازہری

آگ تو نے بھڑکائی ہے جلنے جلانے کو
میری محبت نے گلستان بنایا اک زمانے کو
آگ سے مت ڈرا کہ غلام ہے ہماری
یہ چنگاری فقط راکھ ہے ہمیں آزمانے کو
ہم وہ ہیں کہ رخ بدل دیں طوفانوں کا
ہمیں تو حکم ہے برباد بستیاں بسانے کو
خوف و دہشت کا راج پھیلایا ایسا تم نے
آنکھیں ترس گئیں کسی خواب سہانے کو
مفلوج کردیئے دشمنان نے اعضاء ہمارے
ہم تو اٹھے تھے حکم خدا سنانے کو
گلستان اجڑا ایسا بہار روٹھی ایسی
اب تو رہ گئی ہر خبر رونے رلانے کو
موت ابتدائے سفر ہے انتہاء نہیں عزیزؔ
پھر ڈر کیسا اس راہ میں جان لٹانے کو

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

برموقع سالانہ دعائیہ 2012ء، فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

"کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔ (سورۃ آل عمران۔ آیت 21)

یہ آیت کریمہ لفظ قُل سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ "آپ کہہ دیجئے" اور جب قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کچھ پیغام دینا ہو۔ وہ پیغام قُلْ کے بعد آتا ہے اور وہ ہر مسلمان کے لئے فرض بن جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ "کہہ دو" اور انہوں نے "کہہ دیا" اور بس یہ مقصد حل ہو گیا۔ ایسے پیغامات ایک طرح کے حکم کے طور پر ہوتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اس کو یوں کرنا ہوگا۔ **یہاں پر یہ تمام انسانیت کو کہا جا رہا ہے کہ تم اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو اس محبت کا جو ثبوت ہوگا کہ واقعی یہ اللہ سے محبت کرنے والا ہے، وہ اس سے پتہ چلے گا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی اطاعت کرتا ہے۔** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی پیروی کی جائے گی اتنی ہی اللہ سے محبت پرکھی جائے گی۔

کون مسلمان ہوگا جو یہ نہ کہتا ہو کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں اور کون ایسا شخص ہوگا جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور ساتھ یوں بھی نہ کہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کرتا ہوں۔ اس کو جانچنے کا ایک ہی طریقہ ہوگا کہ ہم جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کتنا کر رہے ہیں۔

ایک ایمان اور پھر صالح عمل یہ دونوں اکٹھے آتے ہیں۔ اگر ہم کہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن صالح اعمال ساتھ نہیں کر رہے تو پھر وہ ایمان صرف لفظی ایمان ہوتا ہے۔ عملی ایمان نہیں ہوتا **اور اسی کو معیار بنایا گیا ہے کہ کون اللہ سے محبت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا اور ایسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت کرتا ہے۔**

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں لیکن کیا اللہ بھی ہم سے محبت کرتا ہے؟ یہ تب پتہ چلے گا جب اللہ تعالیٰ جو تمام چیزوں کو جاننے والا ہے وہ دیکھے گا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کر رہے ہیں تو پھر وہ آپ سے محبت کرے گا۔ اللہ کی ہمارے ساتھ محبت مشروط اس بات پر ہے کہ ہم نبیؐ کی کتنی پیروی کرتے ہیں اور ہماری محبت اللہ کے ساتھ بھی اسی کے اوپر مبنی ہے۔ جو بھی انسان اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ کلمہ پڑھتا ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پہلی چیز تو وہ اقرار کر دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔** اس لئے اپنے دل کے اندر جتنے بت ہوتے ہیں وہ نکال دینے پڑتے ہیں تا کہ یہ دل جس میں اللہ تعالیٰ سماتا ہے وہ ان تمام بتوں سے خالی ہو جائے۔ **اللہ تعالیٰ صرف اس دل میں بستا ہے جس کے اندر کسی قسم کا شرک نہ پایا جاتا ہو۔ کلمہ طیبہ میں ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ جہاں خدا تعالیٰ کو ہم واحدہ لاشریک مانیں گے تو اس کے تمام احکامات کو بھی ہم مانیں گے جو قرآن کی صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔** اور ہم یہ بھی مانیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ **وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔**

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول بھی ہیں اور اس کے عبد بھی۔ ان کو عبد ماننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ کل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی ادیان کے رسولوں کی طرح پرستش نہ کئے جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ آپؐ خدا کے عبد ہیں آپؐ نے کر دکھایا کہ یہ تمام چیزیں انسان عملاً کر سکتا ہے جن کا قرآن حکم

فرماتا ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی معیار نہ ہوتو ہم اس کے بغیر یہ کبھی نہیں ناپ سکتے کہ انسان کا جو ایمان ہے اور اس کا جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور اس کے رسول کے ساتھ محبت ہے وہ کہاں تک ہے۔ **تو جہاں قرآن کریم کے اوپر مکمل عمل کرنا ہوتا ہے وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کے نمونہ کی بھی پوری پوری اطاعت کرنی بھی لازم ہے۔** اور وہ نمونہ احادیث میں واضح کر دیا گیا ہے۔ **اور یہ احادیث ہی ہیں جن پر یقین رکھنے کی وجہ سے مجددین کو مانا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانا گیا۔**

حضرت مرزا صاحب نے ہمیں ان تمام احادیث پر یقین کامل اور عمل کرنے کو کہا جو قرآن کے مطابق ہوں اور جو قرآن کی کسی ایک آیت کے بھی خلاف ہوں اس کو نہیں مانا جا سکتا۔

بیرون ممالک دورہ جات کے دوران میں جہاں جہاں گیا وہاں پر اس وقت یہ بات تازہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی فلم بنائی گئی تھی جس پر ہم تمام مسلمانوں کا دل دُکھا اور انہوں نے اپنے حق سے غصے کا اظہار کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جس طریقے سے کیا، وہ مناسب نہیں تھا۔ اس لئے جب کوئی پاکستانی کی حیثیت سے کسی ملک میں رہ رہا ہو یا کسی ایئر پورٹ پر لینڈ کرے تو ایک بہت بُرا تاثر لے کر پہنچتا ہے اور کبھی ملک اور اسلام کے متعلق اعتراضات کئے جاتے ہیں

جن دنوں میں یہاں سے گیا تھا ان دنوں یہ احتجاج عروج پر تھے اور کینیڈا کے ایئر پورٹ پر جو بات طنزیہ انداز میں کی گئی وہ یہ تھی کہ ''اچھے وقت سے پاکستان سے نکل آئے ہو وہاں پر بڑی تباہیاں ہو رہی ہیں اسلام کا نام روشن ہو رہا ہے'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہم پر لازم ہے لیکن وہ محبت کا طریقہ سینما جلانا، توڑ پھوڑ کرنا، لوگوں کی پراپرٹی جلانا، لوگوں کو زخمی کرنا اور مار دینے تک بھی اُتر آنا۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ کہیں نہیں پایا جاتا اور ہم نے جو پیروی کرنی ہے ان کے نمونہ کو دیکھ کر کرنی ہے۔

گیانا میں ایک جگہ میری تقریر کے اختتام پر ایک چھوٹی سی بچی نے سوال پوچھنے کی خواہش ظاہر کی کہ **''کیا آپ اس ملک کے ہیں جہاں پر ملالہ کو تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کی وجہ سے گولی ماری گئی تھی''** اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے سوچیں کہ انسان کا کیا حال ہوتا ہوگا، دل میں کیا گذرتی ہوگی کہ ہمارے ملک کا نمونہ دوسرے ملکوں میں ٹیلی ویژن، پرنٹ میڈیا بچہ بچہ اس سے واقف ہوتا ہے اور ہم میں سے جو وہاں پر مقیم ہو وہ ایک شرمندگی کا احساس لے کر اپنی زندگیاں بسر کرے گا۔ اس وجہ سے جو بظاہر اُرسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے کر رہے ہوتے ہیں وہی ان کے نمونہ کے خلاف جا رہا ہوتا ہے۔ لیکن میرے دل میں ایک تھوڑی تسلی تھی کہ کم از کم میں ایک احمدی کی حیثیت سے ان لوگوں میں شامل نہیں ہو سکتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یوں اظہار کریں۔

رسول کریم صلعم اور اصحابہ کرامؓ کا ہمارے لئے اعلیٰ نمونہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نمونہ ہمیں دیا گیا ہے وہ ایک صبر والے رسول کا نمونہ ہے۔ ان کے صحابہ کرامؓ کا جو نمونہ تھا وہ بھی صبر پر مبنی تھا۔ ہمارے سامنے وہ تمام تاریخ موجود ہے کہ کن کن مظالم سے ان لوگوں کو گذرنا پڑا، بھوک دیکھنی پڑی، ماریں کھانی پڑیں، اونٹوں سے باندھ کر لوگوں کو چیر بھی دیا گیا، گرم پتھر بھی ان لوگوں پر رکھے گئے، شدید شدید زخم لگائے گئے لیکن کسی نے کبھی کوئی ردِعمل نہیں دکھایا، کبھی کسی نے کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی۔ یہاں تک کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی بھی کئے گئے، انہوں نے پتھر بھی کھائے، ان کی راہ میں کانٹے بھی بچھائے گئے، لہولہان بھی کئے گئے اور خدا تعالیٰ نے فرشتہ تک بھیج دیا کہ اس بستی کو ختم کر دو **لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دیکھیں کہ ان کے اندر انتقامی کاروائی کا جذبہ نہ تھا، ان میں صرف رحم ہی رحم تھا اور یہی نمونہ انہوں نے دوبارہ مکہ کے فتح کے وقت جب ان کے ساتھ دس ہزار قدوسی لشکر بھی تھا اور کچھ بھی کیا جا سکتا تھا لیکن وہاں پر خون کا ایک قطرہ بھی بہتا نہیں دیکھا گیا، اگر ہم خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم اگر رسول کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں اسی رسول کے نمونے پر عمل کرنا بھی لازم آ جاتا ہے۔**

ختم نبوت کے بارے میں جماعت احمدیہ لاہور کا موقف:

یہ جماعت فخر سے کہہ سکتی ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے چاہتے ہیں، ان کی دل سے عزت کرتے ہیں اور ہم ان کو خاتم النبیین مانتے ہیں کیونکہ انہوں نے خود اس بات کی تشریح کی ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا'' اور بارہا سن چکے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی

نبی آیا ہوتا ہے تو عمرؓ ہوتے لیکن ایسا ممکن نہیں کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا کہ میں وہ آخری اینٹ ہوں جو نبوت کی اس جگہ جو بچی تھی اس جگہ لگ گئی ہے۔ **یہی ہمارا پکا عقیدہ ہے اور اسی پر ہم قائم رہیں گے** لیکن بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا تھا کہ چاہے آپ کو گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے اس کو میرا اسلام پہنچانا ہے۔ لیکن جب سلام پہنچانے کا وقت آیا تو جو لوگ سلام پہنچا سکتے تھے انہوں نے اسی شخص کو کافر قرار دے دیا اور اس سے بھی وہ محروم ہو گئے کہ ان کے لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کر کے فیصلہ کرتے اور ان پر افتراء لگا دیا گیا کہ وہ نبوت کے مدعی ہیں۔ ایسا فیصلہ کرنے سے پہلے ان کی کتب پڑھ ان کی کتب پڑھ لی ہوتیں۔

کاش ہماری کتاب **247 DENIAL OF PROPHET HOOD** اسی کو پڑھ لیں (جو حضرت صاحب کے 247 مرتبہ نبوت سے انکار پر مبنی ہے) کہ انہوں نے کتنے سخت الفاظ سے انکار کیا ہے کہ **''میں نبی نہیں ہوں''** انہوں نے کسی مدعی نبوت کو خود کافر کہا، خود دجال کہا، خود کاذب کہا، قسمیں اٹھائیں اور قرآن کے ہر لفظ اور ہر نقطے کی قسمیں اٹھائیں، مسجدوں میں جا کر کہا کہ میں نبی نہیں ہوں، میری کتابوں میں جو یہ ذکر نبی اور رسول آتا ہے عربی میں عام استعمال کے الفاظ ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ:

ہم اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت صاحب کا عشق رسول ان کی نظمیں، کتب ان کے پمفلٹ ہیں۔ جو چیز بھی دیکھ لیں ان میں محبت ہی محبت ہے اور میرے خیال میں جتنا دُرود شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب جن پر کفر کا فتویٰ ہے انہوں نے بھیجا ہوگا اور کسی نے نہ بھیجا ہوگا اور یہی درود ان پر لوٹ کر آیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزتوں سے نوازا۔

جماعت سے اپیل:

ہم حضرت صاحب کی کتب پڑھنے کا پکا ارادہ کرنے کے بعد یہاں سے واپس جائیں۔ ہمارے ذہنوں میں ایک غلط خیال گھر کر گیا ہے کہ حضرت صاحب کی اُردو بہت مشکل ہے۔ پیچیدہ سے پیچیدہ ناول ہم پڑھنے کے لئے تو تیار ہیں، چاہے ان کی اُردو اور ان کی انگلش جتنی مشکل بھی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو ہماری ہدایت کا ذریعہ اس زمانے کا مسیح لے کر آیا اس کے اوپر ہم نے فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ تحریر مشکل ہے ہم اس کو پڑھ نہیں سکتے۔ **حضرت صاحب خود فرماتے ہیں کہ جس نے تین مرتبہ میرا لٹریچر نہیں پڑھا اس کے اندر غرور ہے۔ ہم جب ان کی کتب کو پڑھیں گے تو ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر آپ نے کتنا زور دیا ہوا ہے۔**

دُرود شریف پڑھنے کی اہمیت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اپنی زندگیوں کو ان پر درود بھیجنے پر لگا دیں اور انہوں نے تاکید اس لئے کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ دُرود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے کہ اس نے محسن انسانیت کو بھیج کر توحید الٰہی کو دوبارہ دنیا میں لایا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لائے ہوتے تو اس وقت خدا کو لاشریک ماننے والا کوئی نہ رہتا، اللہ کا نام مٹنے والا تھا تو اس محسن انسانیت نے توحید الٰہی کو دوبارہ دنیا میں لایا اور سیدھی راہ دکھائی۔

ہم دُرود پڑھتے وقت یہ دل میں رکھیں کہ ہم ان کے احسانات کی وجہ سے یہ دُرود پڑھ رہے ہیں۔ اس کی آپؐ کو کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہم آپؐ پر کوئی احسان کر رہے ہیں۔ اس دُرود نے لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا ہے جیسے کہ شیشے پر جو روشنی پڑے وہ لوٹ کر آ جاتی ہے۔

دوسری بات جس پر حضرت صاحب نے زور دیا ہے وہ صبر اور استقامت کی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابہ کرامؓ نے دکھائی۔ اس استقامت اور صبر کو ہم نے ہر آزمائش میں دکھانا ہے۔

تیسری بات جس پر حضرت صاحب زور دیا ہے یہ ہے کہ یہ دین صرف اور صرف ان سے پھیل سکتا ہے جو ان کی جماعت میں شامل ہو اور یہ امن کا دین، اسلام کا دین، پھیلانا ہمارے ذمہ آتا ہے۔ اس لئے ہم پر یہ بات لازم آتی ہے کہ ہم اپنے دلوں کو خدا کی تسبیح کرنے سے پہلے پاک کریں تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ اترے اور ہمیں بھی وہ مضبوطی اور استقامت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہم پر اپنا رحم فرمائے۔ اپنی تمام دعاؤں اور نمازوں میں اپنے ملک اور جماعت کے لئے دعائیں شامل رکھیں۔ اللہ ہمارے ملک کو امن کا ملک اور اسلام کا نمونہ بنادے اور اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

از: ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم ومغفور

حضرت اقدس نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا

خدائی تحریکات کی آخری کامیابی خدا تعالیٰ کا ازلی ابدی قانون ہے

''لوگوں کے لئے ان کا وقت حساب قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ کوئی نئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس نہیں آتی، مگر وہ اس کو سنتے ہیں حالانکہ وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ ان کے دل غافل ہوتے ہیں، اور جو ظالم ہیں وہ چھپ کر مشورہ کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں مگر تمہاری طرح ایک انسان ہے تو کیا تم جادو کو قبول کرتے ہو، حالانکہ تم دیکھتے ہو۔ کہا میرا رب (ہر ایک) بات کو جانتا ہے (جو) آسمانوں اور زمین میں (کہی جاتی) ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (سورۃ الانبیاء: آیت ۱ تا ۴)

جب ہمیں کسی اصلاح کی صورت کرتے ہیں تو ہم اس طریق اصلاح میں انذار کا پہلو بھی اختیار کرتے ہیں۔ کہ جب تک تم اپنی غفلت و سستی کو نہیں چھوڑو گے اصلاح وفلاح اور راستی کی راہ اختیار نہیں کرو گے تو تمہارا انجام بُرا ہوگا۔

اس تعلیم کے مقابلہ پر جو لوگ دشمنی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے وہ ہنسی مخول اور ٹھٹھے سے کام لیتے ہیں۔ مامور خدا کی تعلیم و تلقین اور نصیحت کو نظر انداز کر کے اس کو استہزاء میں اڑا دیتے ہیں اور لعو ولعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب مامور خدا کی کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو پھر اس کی نسبت مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ اس کے دماغ میں خرابی ہے۔ اپنے الٹ پلٹ خوابوں کی بنا پر دعوے کرتا ہے، اور کوئی کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے عمداً خدا پر محض افتراء اور بہتان باندھتا ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ اعلیٰ کلام پر قادر ہے اس لئے جو کلام اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ اثر انگیز ہے۔

یہ ہیں مختلف قسم کی آراء جو ایک مامور من اللہ کی ہستی کے بارے میں اس کے مخالف قائم کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے بھی جب کبھی ہم نے نبی اور رسول اور مامور اپنی جناب سے اصلاح انسان کے لئے مبعوث کئے وہ مافوق انسانی ہستی کے مالک نہیں تھے۔ وہ فرشتے نہیں تھے۔ وہ کوئی دوسری مخلوق نہیں تھے وہ انسان ہی تھے اور جسمانی حوائج میں ہم آپ کی طرح تھے۔ ان کو وہ سب ضروریات انسانی لاحق تھیں جو دیگر انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم ان پر اپنی وحی نازل کرتے ہیں۔ فرمایا: **ثم صدقنا هم الوعد فانجينا هم و من نشاء واهلكنا المسرفين** ۔ آخرکار ہمارے وہ وعدے سچے نکلے۔ ہم نے ان مومنوں کو نجات دی اور جو زیادتی کرنے والے تھے ان کو تباہ کر دیا۔

اس میں یہ نصیحت اور ذکر کے طور پر فرمایا کہ کاش تم عقل سے کام لو۔ اس زمانہ میں جب خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ مقدر ہوا کہ دنیا میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے انسان کے اندر صفاتِ حسنہ مغلوب ہو رہی ہیں تو اس فسادِ عظیم کے پیش نظر اس زمانہ میں حدیث کے نبویؐ کے مطابق **ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدّد لها دينها**۔۔۔۔

یعنی صدی کے سر پر ہم امت محمدیہ کی اصلاح وفلاح کے لئے ایک مامور مبعوث کیا کریں گے چنانچہ اس حدیث کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اصلاح دین وامت کے لئے مبعوث فرمایا اور حضرت امام الزماں نے ربانی فریضہ کو مستحکم طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جماعت بنائی جو اِن مقاصد کی حامل ہے۔ جن کے لئے آپ کھڑے کئے گئے تھے۔

حضرت امام الزماں نے نہ صرف اس جماعت کے سامنے مقصد غلبہ اسلام رکھا بلکہ اپنے انفاس قدسیہ سے اس جماعت کے اندر وہ صفات اور خوبیاں پیدا کر دیں جو ایسے عالی مقاصد کے حصول کے لئے ضروری تھیں۔

چنانچہ ان صفات میں سب سے مقدم یہ ہے کہ آپ نے اپنے پیروؤں میں کامل ایمان ودیعت کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے خدا پر کامل اور پختہ ایمان پیدا کر دیا۔ مادیت اور دہریت کے زمانہ میں خدا کا تصور ہی انسانی عقل و دماغ کو اجنبی محسوس ہونے لگا ہے اور وہ مذہب اور اس کی قدروں کی داستانِ پارینہ اور ٹھٹھا مخول سمجھتے ہیں لیکن حضرت امام زماں نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا۔ اور اسلام کو زندہ اور حقیقت وصداقت پر مبنی دین ثابت کیا نیز یہ یقین جاگزین کیا کہ دین اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ اس کو عقل وفلسفہ اور سائنس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت تو یہ حالت تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان بھی اسلام کی حقیقتوں اور اس کی زندگی بخش تاثرات سے منکر ہو رہے تھے۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ اس عقل وعلم کے زمانہ میں بھی اسلام دنیا میں پھیل سکتا اور کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو قبول کر سکتا ہے۔ وہ احساس کمتری کا بُری طرح شکار تھے کہ اسلام کو آج کوئی نہیں قبول کر سکتا۔

انتہائی مایوسی کے وقتوں میں یقین کی زندگی

اس مایوسی اور بے چارگی کی حالت میں حضرت امام زماں اعلان فرماتے ہیں کہ وقت آ گیا ہے کہ اسلام اب دنیا میں غالب آئے گا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ حضرت امیر مولانا صدرالدین مرحوم ومغفور اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کو قادیان سے مولانا شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے بھیجا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی ترقی کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ ہم نے پہلے پُرانے تعلیم یافتہ طلباء کو لیا کہ وہ صحیح قسم کے مبلغ بن سکیں گے لیکن ان طلبہ میں تقاضہ وقت کے مطابق تبلیغ کی قابلیت پیدا نہ ہو سکی۔ جو ہمارا مقصد تھا۔ بعد ازاں ہم نے انگریزی خواں لوگ لئے مگر ہم اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزی تعلیم نے دین و مذہب کے اصولوں اور عقائد کو ان کے دلوں سے مسخ اور محو کر دیا تھا۔ اس لئے ہم ان کے قلوب میں ایمان و یقین اور غلبہ دین کا کوئی جذبہ وولولہ پیدا نہ کر سکے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ انگریزی خواں تعلیم یافتہ لوگ چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دین و مذہب پر فرلفتیہ ہو گئے۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحب کی تعلیم وصحبت سے ان میں غلبہ اسلام پر حتمی یقین و ایمان پیدا ہو گیا۔ اور ان کے قلوب ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنے دنیاوی مقاصد کو چھوڑ چھاڑ کر ہمہ تن تبلیغ دین کے لئے وقف ہو گئے تو دوسری طرف انہوں نے نہایت کامیابی سے اشاعت اسلام کے ذریعہ ایک عالم میں اسلام کی تائید کے لئے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ نمایاں فرق ہے جو حضرت اقدس نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں ایمان کی پختگی اور جذبہ ایثار کے ساتھ پیدا کیا۔

دوسری صفت جو حضرت اقدس نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی وہ ایثار و قربانی کی صفت ہے۔ یہ جماعت اس صفت میں اپنی نظیر آپ ہے اس جماعت کے ایثار و قربانی کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے جبکہ آج لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ حصولِ دولت کی دوڑ میں یوں گم ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں۔ اور زر کے سوا اور کسی بات کی ان کو سوچنے کی فرصت نہیں اور اگر ان کی توجہ کسی طرف نہیں تو وہ دین اسلام کی طرف نہیں کہ اس کی اشاعت و غلبہ کے لئے بھی ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔

ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

والا معاملہ ہو رہا ہے۔ اسلام کی اشاعت وغلبہ کا جذبہ صرف خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ میں ہی ہے۔ جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں کو یکساں ہے جن کے قلوب ایمان کے نور اور ایقان کی دولت سے معمور ہیں اور وہ اپنا حلال اور گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا روپیہ اس مال و دولت کی حرص کے زمانہ میں خدمت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان بھائیوں کے طرزِ عمل پر کہ اگر وہ خدا کی راہ میں اسلام کی خدمت کا عزم کر رہے ہیں تو جو اس سلسلہ میں رنگ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تعمیری نہیں تخریبی ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کو ختم کر دیا جائے اور جس جگہ یہ کام کر رہی ہے وہ ہم اپنا لیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام کے لئے وسیع میدان پڑا ہے۔ اگر خدمت دین کا کام تعمیری راہوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے مگر اس بات پر انتہائی افسوس کرنا پڑتا ہے کہ تبلیغ بھی کرنے کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو تخریبی اقدامات کو اختیار کیا جاتا ہے۔

قبولیت کے لئے تقویٰ اوّل شرط ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاں تو وہی کام قبول ہوتے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو کام بظاہر کتنا بھی خوبصورت و نیک و اعلیٰ نظر آئے وہ قابل قبول نہیں ہے۔ جیسے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

لمسجد اسس علیٰ التقویٰ من اوّل یوم احق ان تقوم فیه ۔
جس کام کی بنیاد تقویٰ پر ہو اسی میں خدا کی رضا ہے جسے قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اسی میں آپ کو شمولیت اختیار کرنا چاہیے۔

جو لوگ اشاعت اسلام دنیا میں کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو اس مقصد کی مقتضی ہیں۔ یعنی قرآن کے اصولوں کی صداقت پر حتمی اور مکمل یقین ہو اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور پھر اس زمانہ کے جو خاص مسائل ہیں ان پر گہری نظر ہو اور ان کے نتائج و اثرات ان کے سامنے ہوں۔ یاد رہے کہ ان مسائل میں جب تک مسلمانوں کا نکتہ نظر وہ نہیں ہوجاتا جو حضرت اقدس نے پیدا کیا تب تک اشاعت دین میں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہوسکتے۔ مثلاً مغرب میں حیات مسیح کا عقیدہ لے کر تحریک اشاعت اسلام کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ خدا زندہ ہستی ہے اور وہ انسانوں سے ہمکلام ہوتی ہے۔ دین کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص یا مسلمان اگر وہ اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی خدا کا مکالمہ مخاطبہ اپنے بندوں کے ساتھ جاری ہے تو وہ کیسے اسلام کی اشاعت دنیا میں کرسکتا ہے۔؟ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ عین زمانہ کی ضرورت کے مطابق کی ہے۔ اس زمانہ کی ضروریات کو سامنے رکھا۔ اس تفسیر کے بغیر کہیں بھی اسلام کی تبلیغ کامیاب نہیں ہوسکتی۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یا گروہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہے تو انہیں چاہیے کہ ان اصولوں کو اپنائیں جو احمدیت نے پیش کئے ہیں اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کر دکھلائیں۔

☆☆☆☆

محمد صالح نور مرحوم

سوچنا جو چاہیے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

روشنی اور اس قدر دھوکا ، کبھی سوچا نہ تھا
چاند پتھر کا بنا ہوگا ، کبھی سوچا نہ تھا

اور سب کچھ سوچ کر رَخت سفر باندھا گیا
راہنما ہی راھزن ہوگا ، کبھی سوچا نہ تھا

ہم کو لازم تھا کہ اپنے سے نکل کر دیکھتے!
سوچنا جو چاہیے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

ہم نے دنیا کا تقابل اپنی فطرت سے کیا
پھول بے خوشبو بھی ہوگا یہ کبھی سوچا نہ تھا

راہِ اُلفت میں مرے محبوب اتنی سختیاں
ناخدا ہو کر جدا ہوگا ، کبھی سوچا نہ تھا

نامہ بَر جا کر مرے ساجن کو یہ پیغام دے
تو بھی ہو جائے گا غیروں کا ، کبھی سوچا نہ تھا

راستے کی مشکلیں کیا ہیں اگر منزل ملے
منزلوں پر غیر قابض ہوں کبھی سوچا نہ تھا

ہم نے سوچا تھا ستاروں سے کریں راز و نیاز
وہ بھی ٹوٹیں گے کہیں پر یہ کبھی سوچا نہ تھا

بجلیاں چمکیں تو اَوروں کے محل روشن کریں
وہ گریں گی خاک ساروں پر ، کبھی سوچا نہ تھا

اب یہ سوچا ہے کہ عادت سوچنے کی چھوڑ دیں
سوچنے پر حال یہ ہو گا ، کبھی سوچا نہ تھا

از: مرزا مظفر بیگ ساطع مرحوم ومغفور

تعلق باللہ اور جماعت احمدیہ

دعویٰ ہے انہیں عرش بریں میرا ہے
دعویٰ ہے مجھے عرش نشیں میرا ہے

تعلق باللہ سے پہلے خود اللہ کی ذات پر کچھ بیان کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ایک ادیب نے کیا اچھا لکھا ہے:

''انسان بھی عجیب شئے ہے۔ ماننے لگے تو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو بھی خدا مان لے اور نہ مانے تو اپنے بنانے والے خدا کا بھی انکار کر دے۔''

اس مختصر سے وقت میں خدا کی ہستی پر میں صرف دو دلیلیں پیش کروں گا:

(۱): بجلی کے بلب، ٹیوبیں، پنکھے، ریڈیو، ٹیلی ویژن، بڑی بڑی ملیں دیکھ کر ہم یقین کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے کام کرنے والی کوئی طاقت اور قوت موجود ہے۔جو اگرچہ نظر تو نہیں آتی مگر ہے ضرور۔اسی طرح چاند، سورج، سیارے، ستارے، یہ آسمانی بلب از خود روشن ہیں ان کے پیچھے بھی کوئی عظیم قوت موجود ہے۔جو بجلی کی طرح نظر تو نہیں آتی مگر ہے ضرور۔جیسا کہ قرآن حکیم نے بجا فرمایا:

''اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے''

اہل جہاں کے کفر و تو ہم کا کیا علاج
آئینہ کہہ رہا ہے کہ آئینہ ساز ہے

(۲): کسی جنگل میں ایک مکان ہو، ہم اس میں داخل ہوں۔چولہے میں آگ روشن ہو، آٹا تازہ گندھا پڑا ہو، تازہ پانی، تازہ گوشت، تازہ سبزی، تازہ پھل موجود نظر آ رہے ہوں۔ہر کمرے میں سامان وفرنیچر قرینے سے سجایا ہوا ہو۔مگر اس مکان کا مکین کہیں باہر گیا ہو تو مکان کی ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس گھر کا مالک اگرچہ نظر نہیں آتا مگر ہے ضرور۔ٹھیک اسی طرح زمین و آسمان کے اعلیٰ پایہ کے نظام تازہ بہ تازہ سبزیوں، پانیوں، پھلوں، پھولوں اور غلوں کا انتظام کیا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ اس گھر کا بھی کوئی مالک ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتا مگر ہے ضرور۔

زمین وآسمان کی ہر شئے خدا کی ہستی پر ایک نشان ہے جو دلالت کرتی ہے کہ واحد خدا موجود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس دنیا سے خدا کی ہستی پر ایمان لا کر ہی آگے جانا فائدہ مند ہے۔ایک منکر خدا اس دنیا سے جب آگے جاتا ہے تو آگے اگر خدا نہ ہو تو وہ بچ گیا اور اگر خدا موجود ہو تو وہ پکڑا گیا مگر اس کے برعکس خدا پر ایمان لانے والا ہر طرح سے محفوظ ہے۔اگر آگے خدا نہیں تو اس سے کس نے پوچھنا ہے کہ تم خدا کو کیوں مانتے رہے اور اگر آگے خدا موجود ہے اور یقیناً موجود ہے تو خدا پر ایمان لا کر آگے جانے والا کامیاب رہا۔

خدا کو ماننے والوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱): ہندو جو تقریباً ۳۳ کروڑ خداؤں کی پوجا کرتے ہیں۔
(۲): عیسائی جو تین خداؤں کی پوجا کرتے ہیں۔
(۳): زرتشتی جو دو خداؤں کے پرستار ہیں۔
(۴): مسلمان جو صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

چند اندھوں نے ہاتھی کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولا اور لگے ہاتھی کا نقشہ بیان کرنے۔جس اندھے نے ہاتھی کی سونڈ پر ہاتھ پھیرا تھا کہنے لگا ہاتھی تو سانپ کا سانپ ہے۔جس اندھے نے ہاتھی کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا کہنے لگا ہاتھی تو ڈھول کا ڈھول ہے۔اور جس اندھے نے ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا تھا کہنے لگا ہاتھی تو چار ستونوں کا نام ہے۔ایک آنکھوں والا یہ سن کر کہنے لگا: ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست''

یہ بے چارے اندھے کیا جانیں کہ ہاتھی کا اصلی نقشہ کیا ہے؟ ٹھیک اسی طرح انبیاء علیہ السلام نے خدا کی اصلی وصحیح تصویر جو دنیا میں الہامی کتب کے ذریعہ پیش کی تھی وہ مرور زمانہ کی وجہ سے دنیا سے گم ہوگئی تھی۔ پنڈتوں، پادریوں، راہبوں نے روایتی اندھوں کی طرح خدا کا غلط نقشہ دنیا میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ موجودہ محرف ومبدل بائبل میں لکھا ہے کہ اہولہ واہولبہ خدا کی دو بیویاں ہیں۔

ویدوں میں لکھا ہے سریش چہ تے لکشمیش پتینو ،شرمی اور لکشمی پر ماتما کی دو بیویاں ہیں۔ پادریوں نے کہا یسوع خدا کا بیٹا ہے، پنڈتوں نے کہا آریہ ایشور پترا، آریے ایشور کے پتر ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ خدا کی کی بے وقوفی بھی ہماری عقلمندی سے بہتر ہے۔ (نعوذ باللہ جیسے کوئی کہے کہ خدا کا جھوٹ بھی ہمارے سچ سے بہتر ہے)۔

ویدوں میں بھی ایسی عقلمندی کی بات ہے۔ لکھا ہے:

''اے کھانے تجھے بھوک نہیں لگتی اور اے پانی تجھے پیاس نہیں لگتی۔ (جیسے کوئی کہے اے آگ تجھے سردی نہیں لگتی اور اے پانی تجھے گرمی نہیں لگتی)۔

پنڈتوں نے بتوں کے رنگ میں خدا کو بھوگ لگائی یعنی کھانا پیش کیا اور پھر دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ:

''جب پر ماتما سوجاتا ہے تو ساری دنیا سوجاتی ہے۔ پنڈتوں کو کیا پتہ تھا کہ ہمارے ہاں رات ہوتی ہے تو امریکہ میں دن ہوتا ہے۔ آدھی دنیا جاگ رہی ہوتی ہے اور پھر خود ہماری دنیا میں بھی کارخانوں، ملوں، فیکٹریوں، ریلوے اسٹیشنوں، ورکشاپوں، ہسپتالوں وغیر میں لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی پر جاگ رہے ہوتے ہیں۔

بائبل میں لکھا ہے کہ خدا نے چھ دنوں مین زمین و آسمان کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ گویا بائبل کا خدا صرف چھ دن ہی کام کر کے تھک گیا اور اس کو آرام کی ضرورت پڑ گئی۔

غرض اسلام کے سوا دیگر موجودہ مذاہب نے روایتی اندھوں کی طرح خدا کا نہایت غلط نقشہ پیش کیا۔ مہبط وحی سرکار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم نے اعلان فرمایا: **ماذاغ البصر وما طغی** ۔ خدا کے جمال کے مشاہدہ سے محمد رسول اللہ صلعم کی نظر نہ پتھرائی اور نہ اس نے حد سے تجاوز کیا۔ گویا خدا کا پورا پورا اور صحیح نقشہ ملاحظہ فرمایا۔ خدا کا یہی صحیح اور مکمل نقشہ تھا جو قرآن کریم کے ذریعہ دنیا جہاں میں پیش فرمایا گیا۔

قل ھو اللہ احد اعلان کر دو کہ اللہ ایک ہے۔ ۳۳ کروڑ نہیں جیسا کہ ہندو کہتے ہیں۔ تین نہیں، جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ دو نہیں جیسا کہ زرتشتی کہتے ہیں۔ **لم یلد ولم یولد** ۔ نہ خدا کسی کا بیٹا ہے نہ خدا کا کوئی بیٹا ہے۔ نہ یسوع بیٹا ہے نہ آریے بیٹے ہیں۔ **ولم تکن له صاحبه** ۔ خدا کی کوئی بیوی نہیں۔ نہ اہولہ واہولیہ اس کی بیویاں ہیں اور نہ شرمی اور لکشمی اس کی بیویاں ہیں۔ وہ دوسروں کو کھانا کھلاتا ہے خود کھانا نہیں کھاتا۔

لاتاخذہ سنة ولا نوم ۔ خدا کو نہ اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ جب پر ماتما سوجاتا ہے تو ساری دنیا سوجاتی ہے سب فرضی ڈھکوسلے ہیں۔

وما مسنا من لغوب ۔ خدا کو تھکان نہیں ہوتی کہ آرام کرتا پھرے۔ **کل یوم ھو فی شان** ۔ خدا ہر روز کام کرتا رہتا ہے۔ اسلام کا خدا چھ دن کیا ازل سے ابد تک کام کرتا اور کرتا رہے گا مگر تھکے گا نہیں۔ خدا کا یہ صحیح اور اصلی نقشہ پیش کرنا **ماذاغ البصر** کے مصداق صاحب بصارت اور **علی بصیرة انا ومن تبعنی** کے مصداق صاحب بصیرت حضرت محمد صلعم کا ہی کام تھا۔

یورپ کے ایک مفکر نے کیا اچھا لکھا ہے:

''مہاتما بدھ کے بتوں کے آگے پھولوں کے ڈھیر۔ ہندوؤں کے مندروں میں نقش ونگار والے بت، عیسائیوں کے گرجوں میں پیانو کی دھنیں، لیکن مسلمانوں کی مسجدوں میں ان ظاہری چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں صرف اور صرف ایک خدا کا صحیح تصور ہے۔''

اس روشن زمانے میں آج بھی بھارت کے سکولوں میں خدا کا جو نقشہ پیش کیا جارہا ہے۔ وہ ایک گیت ہے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں پنڈت
کارِ طفلاں خواہد تمام شد

خدا تعالیٰ کی ہستی پر اس مختصر بحث کے بعد میں تعلق باللہ پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سرکارِ دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خدا کا مکمل اور صحیح تصور دنیا کو پیش فرمایا۔ ٹھیک اسی طرح خود حضرت انسان کا بھی صحیح مقام اس کے سامنے رکھا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: **ولقد کرمنا بنی آدم** ۔ خدا نے انسان کو مکرم و معظم بنایا ہے۔ اس میں اپنی جمالی و جلالی صفات اُتار کر اور اس کو اپنے اخلاق سے رنگین کر کے اس کی تکریم و تعظیم کو قائم فرمایا۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

اس شعر میں مجھے صرف ایک لفظ کے تصرف کی اجازت دیجئے میں کہوں گا:

یہ انسان یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی

اس خدائی ذوق اور خدائی صفات واخلاق والے انسان کو جو شکل وصورت بخشی گئی اس کے لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**۔ خدا نے انسان کو حسین وجمیل پیدا کیا ہے۔

جس بھی فنکار کے شاہکار تم ہو
اس نے صدیوں تمہیں سوچا ہوگا

اور پھر انسان کے سب سے بڑے مقام کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا گیا۔ **انی جاعل فی الارض خلیفه** ۔اس زمین میں انسان خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔ **سخر لکم ما فی السموات و الارض** ۔آسمانوں اور زمین کی حکومت اس کے حوالے کی گئی۔ سورج ، چاند کی پوجا کرنے والوں کو فرمایا تم اشرف المخلوقات ہو۔ **سخر لکم الشمس و اقمر دائبین** ۔سورج، چاند کی پوجا مت کرو یہ تو تمہارے غلام ہیں۔

گنگا جمنا کے پجاریوں کو فرمایا: **سخر لکم الانهار** ۔گنگا جمنا وغیرہ کی پوجا مت کرو یہ دریا تو تمہاری خدمت کے لئے ہیں۔ ان دریاؤں، نہروں کی تو حقیقت ہی کیا ہے جن سے سمندروں سے بادل اٹھتے برف اور بارش کے رنگ میں پہاڑوں پر برستے ہیں اور پھر پہاڑوں سے یہ چند لکیریں (دریا) بہہ نکلتی ہیں ۔ **سخر لکم البحر** ۔ وہ سمندر بھی تمہاری غلامی میں دے دئے گئے ہیں۔ غرض کتنا احسان ہے سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جہاں حضور صلعم نے بنی نوع انسان کے سامنے خدا کا صحیح اور مکمل نقشہ اور تصور پیش فرمایا وہاں خود حضرت انسان کو اس کا اصل مقام یاد دلایا۔ **اللهم صل علی محمد و علی آل محمد و بارك وسلم** ۔

سبزیوں، غلوں، پھلوں اور پھولوں کے بیج اگر سونے چاندی، موتیوں اور جواہرات میں ملا کر ہزاروں سال بھی رکھ دیئے جائیں تو بھی ان قیمتی اشیاء کی تاثیر سے بیجوں کے اصل جوہر شگوفہ، پھول اور پھل وغیرہ ظاہر نہ ہوں سکیں گے اور قدرت کی کوئی شئے ان بیجوں کی امداد نہیں کرے گی۔ مگر جونہی ان بیجوں کا تعلق اور پیوند زمین کی مٹی سے ہوگا بیجوں کے اصل جوہر باہر آجائیں گے۔ قدرت کی تمام قوتیں سورج، چاند، ہوا، بارش وغیرہ ان کی امداد میں لگ جائیں گے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قد خسر الذین کذبو ابلقاء اللّٰه ۔ جن لوگوں نے خدا سے پیوند جوڑنے سے انکار کیا وہ لوگ خسارے میں رہے ۔ اگرچہ وہ بادشاہوں اور شہنشاہوں کے، ہم مجلس میں کیوں نہ ہوں۔ ان کے فطری کمالات اور جواہر خدا سے تعلق پیدا کرنے میں ہی اجاگر ہو سکتے ہیں اور بیج کی طرح ان کی پرورش ہونے لگتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من طلب العلی سهر اللیالی
یغوص البحر من طلب اللوآلی

جس نے بلندی چاہی وہ راتوں کو جاگا۔ جس نے موتی چاہے اس نے سمندر میں غوطہ لگایا۔ سمندروں کی تاریکی میں غوطہ لگانے والے تو کبھی سینکڑوں غوطوں کے بعد کوئی معمولی موتی پاتے ہوں گے مگر رات کی تاریکی میں غوطہ لگانے (سجدہ کرنے) والے ہر غوطہ پر اجر کے عظیم و تابدار موتیوں سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

و اسجدو اقترب ۔ مٹی پر سر رکھ دو، خدا کے مقرب بن جاؤ گے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسلام نے مٹی سے پیدا ہونے والے انسانوں کا سر پھر مٹی میں رکھوا کر انہیں مٹی میں نہیں ملایا بلکہ خدا سے ملا دیا۔ اسی لئے حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الصلوة معراج المومنین** ۔ نماز مومن کا معراج ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلعم دو سجدوں کے درمیان جو دعا فرمایا کرتے تھے اس میں آخری لفظ ہے **وارفعنی** اے خدا مجھے اوپر اٹھا۔ دعا تو اوپر اٹھانے کی فرماتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی معا بعد اپنا سر مبارک دوسرے سجدے کے لئے مٹی میں رکھ دیتے تھے۔

انسان کی اصل زندگی تعلق باللہ کا دوسرا نام ہے یہاں ایک مثال عرض کرتا ہوں:

کلائی کی گھڑی ہو کہ ٹائم پیس ہو یا کلاک ہو ان کے ڈائل سے گھنٹہ اور منٹ

کی دونوں سوئیاں اتار دی جائیں تو وہ چل تو رہی ہوں گی مگر اپنی اصل غرض یعنی حقیقت کے اظہار سے وہ عاری ہوں گی۔ اسی طرح جن لوگوں کا تعلق خدا اور رسول سے منقطع ہو جاتا ہے اور ان کے قلب سے یہ دونوں سوئیاں الگ ہو جاتی ہیں وہ لوگ زندہ ہوتے ہیں مگر زندگی کی اصل غرض سے محروم ہو جاتے ہیں۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

اللہ کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: **ومن ایتہ انك ترا الارض خاشعة** اے میرے محبوب میرے نشانات میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ آپ دیکھئے زمین جھکی ہوئی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلعم کو آسمانوں اور زمینوں کے تمام عجائبات دکھائے گئے۔عربی میں خشوع جسم سے جھکنے کو کہتے ہیں اور خصوع دل سے جھکنے کو کہتے ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ پہاڑوں کے بوجھ کی وجہ سے زمین شمال کی طرف بائیس ڈگری پر جھکی ہوئی ہے۔

ایک سائنسدان کا کہنا ہے کہ کاش کوئی ایسا انتظام ہوسکتا کہ ہم کسی ستارے پر کھڑے ہو کر کسی لمبے بانس سے زمین کو بائیس ڈگری اوپر اٹھا دیتے۔ایسا ہو جانے سے موسمی تغیرات ختم ہو جاتے اور بارہ مہینے بہار ہی بہار رہتی۔مگر اس سائنسدان کا شاید یہ علم نہیں کہ موسمی تغیر وتبدل، سخت سردی، سخت گرمی سے نباتات، حیوانات اور خود بنی نوع انسان کو جو عظیم فوائد پہنچ رہے ہیں وہ ایک جیسا موسم رہنے سے میسر نہیں آسکتے تھے۔

کچھ عرصہ گذرا یہی سائنسدان کہتے پھرتے تھے کہ سانپوں اور بچھوؤں کو پیدا کر کے قدرت نے ایک خطرناک غلطی کی ہے مگر اب یہی سائنسدان فرمار ہے ہیں کہ فضا کی بہت سی زہریں ہیں جن کو یہ سانپ اور بچھو چوس رہے ہیں۔ سچ ہے **ماخلقت هذا باطلا** ۔خدا نے کوئی شئے باطل پیدا نہیں کی۔اس کا کوئی نہ کوئی مقصد اور غرض ہے۔

ومن ایته انك ترا الارض خاشعة سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور قرآن کریم کی صداقت پر ایک چمکتا ہوا ثبوت ہیں۔ جو چیز سائنسدانوں کو آج معلوم ہوئی کہ زمین بائیس ڈگری پر جھکی ہوئی ہے۔وہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے قرآن کریم میں لکھوا دی گئی تھی۔

اس جھکی ہوئی زمین سے پیدا ہونے والوں کی عظمت جھکنے ہی میں ہے۔

اکڑنے والے شداد، نمرود، فرعون، ہامان اور ابوجہل کا انجام چشم فلک نے حیرت سے دیکھا۔ان کی زندگیوں میں ہی انہیں ذلت ورسوائی نصیب ہوئی مگر ان کے مقابلے میں خدا کے حضور جھکنے والے انبیاء کو خدا نے سر بلند وسرفراز فرمایا

برکسے چوں مہربانی میکند
از زمینی آسمانی میکند

دیگر مذاہب کے مقابلہ میں یہ اسلام ہی کا کمال ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسا طریق عبادت بخشا ہے کہ دیگر مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

ایک مسلمان حالت رکوع میں تسبیح پڑھ رہا ہوتا ہے **سبحان ربی العظیم** ۔ پاک ذات ہے۔ میرا رب جو عظمت والا ہے۔ جب ایک مسلمان یہ تسبیح پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ ان الفاظ کی عملی تصویر بھی بنا ہوا ہوتا ہے۔ وہ عظمت والے خدا کے حضور جسمانی طور پر بھی جھکا ہوا ہوتا ہے۔

پھر وہ سجدے کے لئے زمین پر گر جاتا ہے اور اس حالت میں یہ تسبیح پڑھتا ہے **سبحان ربی الاعلی** ، پاک ذات ہے میرا رب جو اعلیٰ ہے۔جب وہ اس تسبیح کے ذریعہ اپنے پاک رب کے اعلیٰ ہونے کا اقرار کرتا ہے تو وہ خود جسمانی طور پر زمین پر گرا ہوا اپنے ادنےٰ ہونے کا نقشہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔

دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے عابد کو اپنی عبادت کی تصویر بنا کر رکھ دیا ہو۔ یہ شرف اور کمال صرف اسلام نے ہی بنی نوع انسان کو بخشا۔اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے آریوں، دہریوں، عیسائیوں اور بہائیوں سے جو بھی لڑائی لڑ کر بفضل خدا ہمیشہ کے لئے عظمت اسلام کو قائم فرما دیا۔ مگر حضرت امام علیہ السلام نے اس علمی جنگ کو ایک ضمنی شئے قرار دیا اور فرمایا کہ میری بعثت کی اصل غرض ایک پاکباز جماعت پیدا کرنا ہے۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ حضرات کو بزاری کی دوکانوں، منیاری کی دوکانوں، کریانہ کی دوکانوں، پھل فروشوں، سبزی فروشوں کی دوکانوں، دوافروشوں، فیکٹریوں، ملوں، بنکوں، ڈاک خانوں، سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں، فوج، پولیس، ریلوے، ہوائی جہازوں، بحری جہازوں وغیرہ وغیرہ۔غرض زندگی کے ہر شعبے میں تو احمدی نظر آئیں گے مگر کیا وجہ ہے کہ شراب خانوں، جوا خانوں، رنڈی خانوں میں احمدی نظر نہیں آئیں گے۔کیا یہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کا ایک عظیم معجزہ نہیں؟

تجھ سے وہ چیز ملی ہے تیرے دیوانوں کو
جو حقیقت میں بدل دیتی ہے افسانوں کو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار کر دریائے نیل کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور اپنی قوم کے سمیت پار اتر گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے رپورٹ پہنچی کہ دریائے نیل سال میں ایک بار طغیانی میں آ کر تباہی پھیلاتا ہے۔ اہل مصر ایک نوجوان لڑکی کو پار جات اور زیورات سے سجا کر ہر سال دریائے نیل میں پھینکنے کی رسم ادا کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو تباہی زیادہ پھیلے گی۔ دربار خلافت سے جو حکم ہو عمل کیا جائے گا۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

''اے دریائے نیل اگر تیرا اترنا چڑھنا تیرے بس میں ہے تو جو چاہے کر لے اور اگر تیری باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے تو خبردار آئندہ تجھ سے اہل مصر کو کوئی نقصان نہ پہنچے'' (عمر ابن الخطاب)

مصر کے گورنر کو ہدایت فرمائی کہ کسی بے گناہ لڑکی کو دریا کے نذر نہ کیا جائے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ بای ذنب قتلت۔ قیامت کے دن بے قصور بچیوں کو قتل کرنے کی جوابدہی کرنا ہوگی۔ میرا یہ خط دریا میں پھینکو لڑکی کو مت پھینکو۔ جو کام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مضبوط اور ٹھوس ڈنڈے نے کیا وہ کام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے کاغذ کا ایک ٹکڑا مار کر دکھایا اور دریا ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اپنا ایک واقعہ جزائر فجی کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

''جزائر فجی کے شہر ناندی میں بال بچوں سمیت میں قیام پذیر تھا۔ مجھے بتلایا گیا کہ برسات کا موسم قریب ہے۔ دریائے ناندی اس شہر کے قریب سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس دریا کا نام بھی دریائے ناندی ہے۔ دریائے ناندی کے پل کی سطح اور شہر ناندی کی سطح برابر ہے۔ جب پانی پل کے اوپر ہو جاتا ہے تو سارا شہر زیر آب ہو جاتا ہے اور لوگ پاور ہاؤس کے پچھواڑے پہاڑی پر بال بچوں سمیت بھاگ جاتے ہیں اور ہر سال بہت تباہی پھیلتی ہے۔

اس پر میں نے کہا کہ انشاء اللہ العزیز آئندہ یہ دریا تباہی نہ پھیلا سکے گا۔ برسات کا موسم شروع ہوا۔ دریا پہاڑوں کے پانی اور مقامی بارشوں سے چڑھتا گیا۔ اور جب پانی پل کے قریب ہونے لگا تو میں چند دوستوں اور گواہوں کو لے کر پل پر برستی بارش میں گیا۔ ہم سب پل پر چھتریاں تانے کھڑے تھے۔ میں نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور سب کے سامنے بلند آواز سے وہ خط پڑھ کر سنایا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

''اے دریا ناندی اگر تیرا اترنا چڑھنا تیرے بس میں ہے تو پھر جو تباہی پھیلا سکتا ہے پھیلا تارہ اور اگر تیری باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے تو پھر خبردار آئندہ شہر ناندی کو تجھ سے گزند نہ پہنچے۔''

یہ خط میں نے سب کے سامنے دریا میں ڈال دیا۔ مغرب کا وقت تھا۔ پانی برابر چڑھ رہا تھا اس لئے تمام لوگ شہر کو خالی کر گئے مگر میں بال بچوں سمیت اپنی قیام گاہ پر موجود رہا۔ موت کے ڈر سے بھاگنا پسند نہ کیا۔ کھانے اور نماز وغیرہ سے فراغت پر ہم بے فکر ہو کر مزے سے سو گئے۔ بارہ بجے کے قریب پہلے ایک دوست آئے اور مجھے جگایا کہ جلدی کریں بال بچہ کو لے کر ہمارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں۔ پانی شہر کی طرف آ رہا ہے۔ میں نے کہا آپ ہماری طرف سے بے فکر رہیں ہم یہیں رہیں گے۔ وہ صاف تشریف لے گئے تو تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے دوست ہانپتے ہوئے آئے اور بہت غصے میں تھے۔ چند تلخ کلمات بھی ان کی زبان سے نکلے مگر میں نے انہیں بھی واپس کر دیا۔ ہم بفضل خدا رات پچھلے پہر اٹھے صبح کی نماز کے بعد ناشتہ کیا چند دوست بھی تشریف لے آئے۔ معلوم ہوا کہ پانی جب پل سے اوپر ہو گیا تو پھر شہر کی طرف بڑھا مگر عبد الغنی صاحب جنرل مرچنٹ کے بنگلہ کے پاس پہنچ کر گھاس پھوس اپنی نشانی چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ کیا یہ میری کرامت تھی، قطعاً نہیں۔ ایمان مضبوط ہونا چاہیے۔

بہائی کہتے ہیں کہ اب اسلام اور قرآن میں وہ تاثیر نہیں مگر اس واقعہ کا کیا جواب ہے اگر عمرؓ نے ایک کاغذ کا پرزہ مار کر دریائے نیل کو ٹھنڈا کر دیا تھا تو ڈیڑھ ہزار سال کے بعد مظفر نے بھی ایک کاغذ کا پرزہ مار کر دریائے ناندی کو ٹھنڈا کر دیا۔

آیئے قبول احمدیت فرما کر فتح و نصرت کا سہرا اپنے سر پر باندھیئے

عشق کا ظرف آزما تو سہی
تو نظر سے نظر ملا تو سہی
دل کو تسکین نہ ہو تو میں ضامن
تو کبھی میکدے میں آ تو سہی

تعمیر انسانیت کے انمول موتی

از: چوہدری ناصر احمد صاحب (شاہدرہ)

جواہرات

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''
(سورۃ الحجر۔9)

''جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی اسے پڑھیے۔''(سورۃ العنکبوت:45)

''کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کا خوف ہے۔''(سورۃ الانعام:15)

''اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا اور کون ہوگا۔''
(سورۃ النساء:87)

''جو ایمان لائے اور حرف اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں، ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''(سورۃ الشوریٰ:36-37)

''نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔''(سورۃ البقرہ:219)

''قرآن باحکمت (کتاب ہے)۔''(سورۃ یٰسین:2)

''اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''(سورۃ الشوریٰ:14)

''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔''(سورۃ الانعام:159)

''تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو۔''(سورۃ الاعمران:139)

''اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''(المائدہ:56)

''یاد رکھو معاشرہ کی تشکیل میں تمہیں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی۔ ہوسکتا ہے اس میں تمہیں اپنی ہر متاع عزیز کو چھوڑنا پڑے۔ تم گھروں سے بے گھر ہو جاؤ۔ بُری طرح سے ستائے جاؤ۔ لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ جانیں دینا پڑیں، سو جو لوگ اس پروگرام میں پورا اتریں گے ان کے اچھے عمل کی بدولت ان کی چھوٹی موٹی ناہمواریوں کو مٹا دیا جائے گا اور انہیں زندگی کی ایسی شادابیاں عطا ہوں گی جن پر کبھی افسردگی اور پژمردگی نہیں چھائے گی وہ ہمیشہ تر و تازہ رہیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ اعمال کا ایسا بہترین بدلہ صرف قانون خداوندی کی رو سے ہی مل سکتا ہے۔''(سورۃ آل عمران:194)

طبعی موت ایک بے اختیار عمل ہے اور حق کی خاطر جان دیدینا عمل بااختیار۔ اسی میں زندگی کا راز ہے۔''(سورۃ النساء78)

''جن لوگوں کا اللہ پر ایمان ہو وہ ہمت نہیں ہارا کرتے وہ قانونِ الٰہی پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ بزدلی تو عدمِ یقین اور تذبذب سے پیدا ہوتی ہے۔''
(سورۃ المائدہ:23)

''تم اپنے بوڑھے والدین کو بچپن کی سی باتوں سے زِچ پڑ جاتے ہو اور اس طرح تمہارے دل میں ان کے لئے تعظیم کا جذبہ نہیں رہتا لیکن اگر تم اپنی صلاحیتوں کو نشوونما دیتے رہو اور اپنے سامنے یہ نصیب العین رکھو کہ تم نے ایک دوسرے کے بگڑے ہوئے کام سنوارنے ہیں تو تم میں سہارا اور برداشت کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے ہر شخص کو خدا کی طرف سے حفاظت کا سامان مل جاتا ہے جو اپنی ذات کی نشوونما اور حفاظت کے لئے اس کی طرف رجوع کرے۔ لہٰذا ماں باپ کی خدمت خود تمہاری اپنی ذات کی نشوونما کا ذریعہ بن جاتی ہے۔''(سورۃ بنی اسرائیل:25)

''ذاتی اخراجات کے سلسلہ میں اس قرآنی اصول کو سامنے رکھو کہ نہ تو تم اپنے ہاتھ کو اتنا سکڑ لو کہ وہ تمہاری گردن کے ساتھ بندھ جائے اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو۔ پہلی صورت (بخل) میں تم پر ہر طرف سے لعنت ملامت ہوگی اور دوسری صورت (اسراف) میں تم خود درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔''
(سورۃ بنی اسرائیل:29)

''انسان کا پہلا کمزور پہلو یہ ہوتا ہے کہ اس کے عزم میں عام طور پر پختگی نہیں ہوتی اور یہ کمزوری ایمان سے رفع ہوسکتی ہے۔'' (سورۃ طٰہٰ:115)

''اللہ کے قانون کے مطابق نتائج برآمد ہونے کا دوسرا نام خدا کا وعدہ ہے، تم افراد کو الگ الگ دیکھتے ہو۔ اس کی نگاہ عالمگیر انسانیت پر ہوتی ہے، تم اجزاء پر نظر رکھتے ہو وہ کل کو بھی دیکھتا ہے۔'' (سورۃ لقمان:28)

''قوموں کے زندہ رہنے کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ قوم ملک کے طبعی اور فطری نظم ونسق کی طرف سے غافل نہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے معاشرہ کو قوانین خداوندی کے تابع رکھے تاکہ اس میں ناہمواریاں پیدا نہ ہوں۔'' (سورۃ سباء19)

''جو سامانِ رزق دوسروں کی پرورش کے لئے دے دیا جائے بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ وہ ہاتھ سے گیا لیکن اس کا جانا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے خزاں کے موسم میں درختوں کے پتوں کا جھڑ جانا جس کے بعد ایک ایک پتے کی جگہ متعدد پتے، کونپلیں اور شگوفے ابھرتے چلے آتے ہیں اور سارے درخت پر ایک نئی بہار آجاتی ہے۔'' (سورۃ سباء:39)

عروج اور بلندیوں کی طرف جانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:

(۱): انسان کا ایسا نظریہ جس میں بڑھنے، پھولنے اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو۔

(۲): صلاحیت بخش اعمال، جو اس نظریہ کو اوپر اٹھائیں۔ خدا کی عطا کردہ نظریہ زندگی میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی خارجی سہارے کے خودبخود بلند ہوتا جاتا ہے لیکن اس کی یہ رفتار انسانی حساب وشمار کی رو سے بہت سست ہوتی ہے۔ جب انسانی اعمال اسے سہارا دیتے ہیں تو اس کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔''

(سورۃ فاطر:10)

''اقوام کی حالت جب وہ زندگی کا صحیح راستہ چھوڑ دیتی ہے تو ان کی ہیئت تو ویسی ہی رہتی ہے لیکن ان کی صلاحتیں مضمحل ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور ان کی ترقی روبہ تنزل ہوجاتی ہے۔'' (سورۃ یٰسین:68)

''زندہ قوموں کے مقابلہ میں مردہ قوموں کی کی کیفیت وہی ہوتی ہے جو انسان کے مقابلہ میں حیوانات کی۔ حیوانات کی زندگی کا اپنا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ وہ اپنے مالک کی خدمتِ گذاری کے لئے جیتے ہیں اور اسی کی خاطر مرتے ہیں یعنی وہ اس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ غور کریں کہ اللہ نے جو مویشی پیدا کئے ہیں لوگ ان پر کیا تسلط رکھتے ہیں۔ سواری کرتے ہیں، گوشت کھاتے ہیں، دودھ پیتے ہیں اور سینکڑوں قسم کے فوائد لیتے ہیں۔ یہ حیوانات انسانوں کے لئے جیتے ہیں اور ان کے لئے مرتے ہیں یہی حالت مردہ قوموں کی ہوتی ہے وہ طاقتور قوموں کی خدمت کے لئے زندہ رکھی جاتی ہیں۔''

(سورۃ یٰسین73-72-71)

''اکثر لوگ عقل اور خرد سے کام نہیں لیتے کہ حقیقی سکون ایک خدا کے قانون سے ہی مل سکتا ہے۔ اسی کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص بہت سے لوگوں کا مشترکہ ملازم ہے۔ اس کے وہ آقا بڑے تنگ ونظر ہیں اور تندخوئی کی وجہ سے جھگڑنے والے بھی (ذرا سوچئے کہ ایسے آقاؤں کی ملازمت میں اس شخص کی حالت کیا ہوگی) اس کے برعکس دوسرا شخص ہے جو صرف ایک ہی مالک کا ملازم ہے کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے، کبھی نہیں۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دنیا میں مختلف قوتوں کے احکام یا خود اپنے جذبات کے تابع چلے جن میں ہر وقت کشمکش جاری رہتی ہے اور اس کے مقابلہ میں ایک ایسا شخص جو ضابطہ خداوندی کا اتباع کرے جس میں کوئی شک نہیں، کوئی کشمکش نہیں۔ کہو ان سے کون اطمینان کی زندگی بسر کرے گا۔ کس قدر ستائش والا ہے یہ ضابطہ قوانین کہ ہر قسم کے تضادات خود بخود ختم ہوجاتے ہیں۔'' (سورۃ الزمر:29)

''اپنی محنت کی کمائی دوسرے انسانوں کی فلاح کے لئے وہی انسان وقف کرسکتا ہے جسے اس کا یقین ہو کہ اس سے اس کی ذات نشوونما پا کر زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہوجائے گی۔ اس کے علاوہ کوئی جذبہ محرکہ ایسا نہیں جس سے انسان اپنی کمائی دوسروں کے لئے کھلا چھوڑ دے۔''

(سورۃ سجدۃ:7)

''انسان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے لئے مال و دولت وغیرہ کی طلب سے کبھی تھکتا ہی نہیں لیکن جب اسے ذرا سا نقصان پہنچ جائے تو شکستہ خاطر اور ناامید

ہو جاتا ہے۔'' (سورۃ سجدۃ:49)

''جب انسان کو زندگی کی آسائشیں نصیب ہوتی ہیں لیکن قرآن سے راہنمائی نہیں لیتا تو وہ راہ راست سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے اور اپنا رخ ہی بدل لیتا ہے اور پھر جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے۔'' (سورۃ سجدۃ:17)

''اللہ کے دین کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ انسانیت کا اجتماعی مفاد اور حال اور مستقبل دونوں شاندار ہوں، انفرادی مذہب (فرقوں میں) یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔'' (سورۃ نجم:26)

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے یہ اصول دئے ہیں جن پر قوموں کی موت وحیات کا دارومدار ہے۔ ذرا غور کریں:

(۱): کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔

(۲): انسان کو وہی نتائج مل سکیں گے جن کے لئے اس نے محنت اور کوشش کی ہوگی۔ جیسی جدوجہد اس قسم کا معاوضہ ملے گا۔

(۳): کسی کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ اس کا نتیجہ لازمی سامنے آئے گا۔

(۴): کسی کی محنت کے معاوضہ میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔

(۵): انسانی زندگی کا اجتماعی مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں نظام ربی آجائے اور انفرادی طور پر ہر فرد میں صفاتِ خداوندی کی نمود نظر آنا شروع ہو سکے۔ (آمین)

☆☆☆☆

مختصر کارکردگی رپورٹ

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

رابطہ دورہ چک نمبر 81

تنظیم خواتین کے وفد نے چک نمبر 81 کا رابطہ کیا۔ جامع میں ایک تقریب رکھی گئی جس میں مقامی جماعت کی لڑکیوں نے بہت جوش و جذبہ دکھایا۔ مہمان خواتین میں سے محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے ''امہات المومنین کے اخلاق فاضلہ''، محترمہ صبیحہ سعید صاحبہ نے ''اصحاب کہف کے واقعے کی تفصیلات بیان کیں'' اور بیگم محمد احمد صاحبہ (صدر) کا یہ پیغام کہ ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' ہم سب کو جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کی ندا ہے۔ کیونکہ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔

الوداع معزز مہمان

آسٹریلیا جماعت کی تنظیم خواتین کی صدر مسز نور جہاں صاحبہ کو بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے اپنے گھر پر الوداعی پارٹی دی۔ جس میں تنظیم خواتین کی باقی اراکین بھی موجود تھیں۔ آسٹریلیا کے علاوہ بیگم ثمینہ صاحبہ نے بھارت کے دورہ کی دلچسپ روداد بھی سنائی جو بہت امید افزا تھی۔ آخر میں معزز مہمان کو نیک دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا گیا۔

پروین چوہدری صاحبہ

☆☆☆☆

از: حامد رحمٰن

ضرورت وقت صرف استقامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تمہارے دن اور تمہاری راتیں غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔ یاد رکھو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں جن میں دنیا کو شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب سخت وبائیں اور طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی ظاہر ہونے والی ہیں اور ایک شدید زلزلہ کی بھی خبر دے رکھی ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے بغتۃً فرمایا ہے۔ یعنی وہ زلزلہ ناگہانی طور پر آ جائے گا۔ ایسے ہی اور بہت سی ڈراؤنی خبریں اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہیں۔ اگر تمہیں ان باتوں کا پتہ ہو جائے جو میں دیکھ رہا ہوں تو سارا سارا دن اور ساری ساری رات خدا تعالیٰ کے آگے روتے رہو''۔

سلسلہ احمدیہ کے بزرگو، دوستو، بہن بھائیو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو، اپنا نفس ٹٹولو، تزکیہ نفس کرو۔ امام زمانہ فرماتے ہیں: ''جو مجھے چھوڑے گا وہ بدقسمت ہے'' مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ چھوڑنے والے تو بدقسمت ٹھہرے مگر جو سلسلہ کے نام لیوا ہیں وہ بدقسمت لوگوں سے بھی زیادہ بدنصیب ہیں کہ دیکھتے، سنتے، پڑھتے ہوئے بھی سلسلہ میں رہ کر بھی سلسلہ سے دور ہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے، اس لئے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اور کزرع یعنی کھیتی کی طرح ہوگی اور مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ لیکن وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی بہت دور ہیں اور وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک ہماری جماعت میں وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو سلسلہ کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ یعنی توحید کے اقرار میں خاص رنگ ہو تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو، ذکر الٰہی ایک خاص رنگ کا ہو اور حقوق اخوان بھی ایک خاص رنگ رکھتا ہو۔ یہ وہ روشنی ہے جس سے دشمنوں کی آنکھیں اندھی ہو کر دشمن کو اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں دیتیں۔

یہ وہ دور ہے کہ آتش باد، آب، خاک میں مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں، خزاں بہار، حار، ساون میں اک ہاون میں ہم کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کرنے کے سامان تیار ہو رہے ہیں اور کس کس طرح ہمیں ضربوں پہ ضربیں مختلف طریقوں سے لگائی جا رہی ہیں۔

کبھی غیر مسلم، کبھی اسلامی شعائر کی ادائیگی پر پابندی، کبھی معاشی بائیکاٹ، کبھی سماجی بائیکاٹ، ہماری زندگیوں سے نفرت، ہماری خوشیوں، دکھوں، غموں سے نفرت، ہمارے گھروں سے نفرت، ہمارے السلام علیکم کہنے کے عوض دشنام بازی، ہمیں کاروبار شہر میں کرنے میں رکاوٹ، مزاحمت، ہمیں ملازمت والی جگہوں پر ذہنی اذیت کا سامنا، میتیں قبرستانوں میں دفنانے پر پابندی، ہمارے ہاتھ ملانے سے نفرت، ہمارے ساتھ کھانے پینے سے نفرت یعنی

زندگی کے شب و روز کے یہ سلسلے
دامن وقت میں شعلہ نما دقیقے
شہر نفرت میں جینے کے سلیقے
اپنوں کا ملن اور ملنے کے طریقے

یہ دور کیسا دور ہے اطراف زندگی میں کیسا شور ہے، معاملہ خدا کی عدالت میں زیر غور ہے۔ وہ اس کی ہی جھولی بھرے گا جو اللہ اور رسولؐ اور کتاب اللہ کے احکامات پر پورا اترے گا۔ امام زمانہ کا بھی یہی اعلان ہے اور یہی فرمان اور یہی ایمان ہے۔

خدا کا فضل ہمارا منتظر ہے مگر یہ فضل و کرم اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ہم اپنی اصلی اور فطری غرض کہ اللہ کی عبادت کریں نہ کہ حیوانوں کی طرح زندگی کی غرض مثلاً کھانا پینا، سونا اور لغویات میں وقت گذارنا ان سب کو اب ترک کردیں۔ اور وہ زندگی جو ذمہ داری کی ہے وہ یہ ہے **ماخلقت الجن والا نس الالیعبدون** پر ایمان لاکر زندگی کو بدل ڈالیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔

''ان کو خدا ملے ہے خدا کی جنہیں تلاش''

اس سنگین زمانہ اور بربریت، قتل و غارتگری اور دہشت گردی کے بدترین دور میں جبکہ ہر جھاڑی کے پیچھے ایک قاتل چھپا ہوا ہے۔ نہ جانے کونسا پل موت کی امانت ہو۔ خوف وسوسے اور ڈر کی ایک فضا چھائی ہوئی ہے بظاہر بھی اور دلوں میں بھی اک عجیب کیفیت مایوسی کی دکھائی دے رہی ہے۔ ایسا منظر کیوں پیش پیش ہے اور یہ حالت زار کیوں ہے۔ یہ افراتفری کیوں نظر آرہی ہے۔ خدا کی اس آخری جماعت اور اس قائم کردہ سلسلہ کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ:

میری جماعت صحابہ کی جماعت ہوگی، میری جماعت نمونہ کی محتاج تھی، کس قسم کا نمونہ؟ شاید یہ تحریرات مجدد صد چہاردہم کی معلوم نہیں ہوتیں۔ واقعی ہم بےخبر ہیں کہ کونسی کتاب ہے جس سے یہ تحریرات مضامین میں نظر آتی ہیں۔ روز اول سے تادمِ آخر مجدد صد چہاردہم یہی درس دیتے رہے **والذین هم علی صلوتهم یحافظون** یعنی ایسے لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی ناغہ نہیں کرتے۔ اور انسان کی پیدائش کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ نماز کی حقیقت سیکھے، نماز کی حقیقت سیکھے، نماز کی حقیقت سیکھے۔ یہ الفاظ بار بار دھرانے میں اشارہ ہے اس طرف جو نماز ہم پڑھتے ہیں اور جس طرح کی نماز پڑھنے کا خداوند کریم اور اس کے رسول نے اور عاشق رسول مجدد صد چہاردہم نے طریقہ بتلایا ہے۔

امام زمانہ مجدد صد چہاردہم فرماتے ہیں:

''نماز ہی وہ شے ہے جس سے سب مشکلات دور ہوجاتی ہیں اور سب بلائیں دور ہوتی ہیں اور دشمنوں، مخالفوں اور حاسدین کا انجام ہوجاتا ہے۔

موجودہ حالات میں خدا کی جماعت کو جن دھمکیوں اور ختم کردینے کا شور ہے۔ ایسا زور شور مکہ میں بھی خاتم النبین و خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاںنثاروں کے خلاف تھا۔ اگر وہ بعثت اول کا زمانہ تھا تو جانے وہ کیسے لوگ تھے اور اگر یہ کامل یقین ہے کہ مجدد صد چہاردہم کا دور بعثت ثانی ہے تو کیوں بھول گئے کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ بعثت اول والوں کا ایمان اور بعثت ثانی والوں کا ایمان، ان کے دین کے لئے قربانیاں، بےمثال جرات، بہادری، استقلال اور استقامت اور بعثت ثانی والوں کا کردار، اعمال اور دوڑیں بھی اک بےمثال نمونہ ہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نہ تو دہشت گردوں کی جماعت ہے اور نہ کسی بھی انسان کو قتل کرنے کا سوچ سکتی ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت روز اول سے تا قیامت غیر مسلح ہے اور اپنے دفاع کا حق بھی محفوظ رکھتی ہے کیونکہ خداوند کریم کی سب سے پسندیدہ ہستی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین و خاتم المرسلین بھی تلوار اور حربی سامان رکھتے تھے مگر اصل ہتھیار جو بعثت اول والوں کا تھا وہ نماز اور دعا ہی تھا۔ جنگ بدر کے میدان میں قبل از جنگ سجدہ رسول در بارگاہ الٰہی اسی ہتھیار کو اب نیام سے باہر نکالنا تھا جو دشمنان دین کو حق کی شناخت کے لئے دکھانا تھا مکہ میں مسلمانوں کی حالت زار ناقابل فراموش ہے۔

نماز درحقیقت دعا ہی ہے۔ بزرگو، دوستو، بہن بھائیو مسکینی اور عاجزی اختیار کرو۔ خداوند کریم تکبر اور نخوست کو پسند نہیں کرتا اور امراء میں ''مرد خدا'' نہیں ہوتے کیونکہ امراء میں تکبر کا مادہ پایا جاتا ہے وہ آسائشات کے سائے تلے پرورش پاتے چلے آتے ہیں۔ اور پھر میدان امتحان سے سب سے پہلے امراء کا گروہ ہی مختلف حیلے بہانے کر کے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

ابن مکتوم بھی نابینا اور غریب مسکین تھا جو خاتم النبین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات کے لئے آگیا جس وقت ایک امراء کا گروہ

آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس موقع پر جو ابن مکتوم سے متعلق سورۃ مبارکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل علیہ السلام پارہ نمبر 30 میں سے لے کر خداوندکریم کی طرف سے نازل ہوئے'' میں چاہوں گا کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہرممبر اس آزمائش کے دور میں بطور آخری نصیحت اس سورۃ مبارکہ کو زبانی یاد کرے اور ہرنماز کی کسی ایک رکعت میں لازمی پڑھے۔

اب جبکہ انتہائی نازک حالات اور نازک دور سے جماعت احمدیہ لاہور گذر رہی ہے اور حالات سب کے سامنے ہیں۔ تو اب اس ہتھیار کو جسے ہم اپنے ہی گھروں میں کہیں رکھ کر بھول چکے ہیں۔ اٹھو اور اسے تلاش کرو اور عاجزی اور انکساری کو عمل میں لاؤ تاکہ گمشدہ ہتھیار دوبارہ مل جاوے۔ اب جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہتھیار ''دعا اور نماز'' ہے۔ مگر ہتھیار ''نماز'' سے مراد وہ نماز نہیں ہے جو عام لوگ رسمی طور پر پڑھتے ہیں۔ بلکہ وہ نماز مراد ہے جس سے انسان کا دل گداز ہو جاتا ہے۔ آستانہ الوہیت پر گر کر ایسا محو ہو جاتا ہے کہ پگھلنے لگتا ہے اور پھر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ہتھیار ''نماز'' کی حفاظت اس لئے نہیں کی جاتی کہ اس ہتھیار کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری نمازوں کی ضرورت نہیں ہے وہ تو غنی العالمین ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں۔ بلکہ انسان کو اس کی ضرورت ہے اور یہ ایک راز کی بات ہے کہ انسان اپنی بھلائی نہیں چاہتا۔ اسی لئے وہ خدا سے مدد طلب کرتا ہے۔

انسان کا خدا سے تعلق ہو جانا حقیقی بھلائی حاصل کر لینا ہے۔ ایسے شخص کی اگر تمام دنیا دشمن ہو جائے اور اس کی ہلاکت کے درپہ رہے تو بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور خدا تعالیٰ کو ایسے شخص کی خاطر اگر لاکھوں کروڑوں انسان بھی ہلاک کرنا پڑیں تو کر دیتا ہے اور اس ایک اپنے پیارے بندے کی خاطر لاکھوں کو فنا کر دیتا ہے۔

یادرکھو یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی۔ لیکن اکثر لوگ جو نماز پڑھتے ہیں وہ نماز خود ان پر لعنت بھیجتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے''

''یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں'' نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے مگر جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اور یہ طریق خدا کی مدد اور استقامت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک انسان دعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اس طرح کا خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوسکتا اور تمہارا کوئی دن، کوئی رات اور کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔ حالت زار سے تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ دنیاوی لذات میں اتنے گھل مل گئے ہیں کہ ہماری ہر گھڑی دعا سے خالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے چینی اور اکتاہٹ میں سب کا وقت گذر رہا ہے۔ طرح طرح کے منصوبے ذہنوں میں بن رہے ہیں اور اصل منصوبہ زیرغور نہیں اور وہ منصوبہ استقامت ہے اور استقامت کی عمارت کے تعمیر کرنے کے سامان حاصل کرنے کا ارادہ نہیں اور یادرکھو استقامت ہی وہ شے ہے جسے انبیاء اور اولیاء امت نے اپنا روحانی نشان بنایا اور ہر ناممکن منزل عشق کو عبار کیا۔ اور یہ ہی ایک راستہ ہے کسی بھی منزل عشق (امتحان) کو عبور کرنے کا۔

مسیح موعود علیہ السلام نے جو راہ بتلائی وہ استقامت ہے اور اس وقت سب سے زیادہ ضرورت خدا کی رضا کو حاصل کرنا ہے وگرنہ شہر ایمان کی روشنیاں خداوندکریم خود گل کر دیتا ہے۔ کسی کو خوش فہمی میں ہرگز نہ رہنا چاہیے کہ جس قدر ہم لوگوں کا تعلق اس سلسلہ سے ہے وہ کافی ہے بلکہ ناکافی ہے۔ یکجہتی کی ضرورت ہے اور ہر گھڑی دعا کی ضرورت ہے۔ دریا چڑھا ہوا ہے نہ کوئی بادبان ہے اور نہ کوئی مضبوط کشتی۔ اگر استقامت پیدا ہو جائے تو طغیانوں کو اور بپھری ہوئی لہروں کو اس کچے گھڑے پر بیٹھ کر عبور کیا جاسکتا ہے۔ یہ کچا گھڑا ہمارا نفس اور قلب ہے۔ اس کے اندر استقامت کا مسالہ چاہیے۔

☆☆☆☆

آہ۔ ڈاکٹر عدالت خان مرحوم ومغفور!

ازقلم: ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم ومغفور

ایک سعید روح

بعض لوگ اس عالم مادی میں ایسی سعید روحیں لے کر آتے ہیں کہ انہیں اگر مادرزاد ولی کہہ دیا جائے تو کچھ بیجا معلوم نہیں ہوتا۔ انہی میں سے ڈاکٹر عدالت خان مرحوم تھے۔ گجرات کے قریب ایک گاؤں مراڑیاں کے رہنے والے تھے۔ قوم کے گوجر اور ایک معزز زمیندار گھرانہ میں سے تھے۔ جس زمانہ میں میں گجرات میں اسسٹنٹ سرجن تھا۔ یہ انٹرنس کے امتحان کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مجھ سے دو چار دفعہ ملنے پر احمدیت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہو گئے۔ طبیعت نہایت سادہ مگر بیحد معقول سرتا پا شرافت اور اس کے ساتھ ذہانت کا پتلا۔ انٹرنس میں اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوئے۔ میرے ہی مشورہ سے میڈیکل سکول امرتسر میں ملٹری سب اسسٹنٹ سرجن کلاس میں داخل ہوئے۔ اپنی شرافت اور نیکی اور دینداری اور تقویٰ کی وجہ سے لڑکوں میں مُلّا کے نام سے شہرت پائے۔ وجہ یہ کہ کسی فتنہ و شرارت وار لہو ولعب سے سروکار نہ تھا۔ ہمیشہ اپنے مطالعہ سے کام تھا یا مذہب سے دلچسپی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی جفاکشی اور ایثار اس قدر تھا کہ ہمیشہ دوسروں کے کام آنے میں خوشی تھی، ان کے گاؤں میں کوئی زمیندار ہل جوت رہا تھا۔ اس نے کہا عدالت خان مجھے کچھ کام ہے تم یہ ہل تو جوت دو۔ عدالت خان نے کبھی انکار نہیں کیا۔ وہ گھر چل دیا۔ یہ اس کی جگہ ہل جوت رہے ہیں۔ کسی نے پکڑ کر کہا کہ لکڑی چیر دو۔ تو انکار نہ تھا۔ اسی لئے برادری شریکے کے دوست دشمن چھوٹے بڑے سب عدالت خان کے مداح تھے۔ ڈاکٹری کا امتحان نہایت اچھے نمبروں سے پاس کیا اور ملازمت میں ایسی قابلیت اور لیاقت اور شرافت اور دیانت کا ثبوت دیا کہ جس افسر سے واسطہ پڑا وہ ثناخوان ہو گیا۔ جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ سردیوں میں جو فوجیں مصنوعی جنگوں اور قواعد کے لئے باہر نکلتی ہیں اور دھاوے بولتی ہیں تو نہایت تکلیف اور مشقت کا سامنا پڑتا ہے۔ جس میں عام طور پر ڈاکٹر لوگ چیخ اٹھتے ہیں لیکن عدالت خان ایک ایسی ہستی تھی کہ وہ ہشاش بشاش جہاں کوئی نہ جانا چاہے وہاں عدالت خان جانے کو تیار۔

اخلاق ودیانت

پانچ سال ہوئے ان کی شادی میری پھوپھی زاد ہمشیرہ کی لڑکی سے ہوئی۔ میرے ہی ہاتھوں سب کچھ ہوا۔ اس کے بعد جتنا نزدیک سے میں نے عدالت خان کو دیکھا۔ اس شخص کو پرلے درجہ کا صالح جوان پایا۔

کبھی بدظنی قریب نہیں پھٹکی۔ جہاں اسلام یا احمدیت پر کسی نے اعتراض کیا اور ایک دم زبان کھل گئی اور علم وحکمت کا ایک خزانہ نکلنے لگا۔ اس کے باپ اور بھائی بھی حیران ہو جایا کرتے تھے کہ ویسے تو عدالت خان بولنا جانتا نہیں مگر مذہب کے بارے میں کس طرح زبان کھل جاتی ہے۔ باپ ناراض ہوئے، بھائی خفا ہوئے، بیوی کو غصہ آجائے مگر اس شخص نے کبھی پلٹ کر کسی کو نہیں کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ نہ معلوم کس کمال کا نفس مطمئنہ قدرت نے عطا کیا۔ دیانت داری کا یہ کمال کہ ایک مرتبہ ان کے ایک عزیز نے جو پولیس میں ملازم تھے ان کے والد کو کچھ مرغیاں بھیجیں۔ ان میں سے ایک مرغی کھانے کے وقت پکی ہوئی سامنے آئی تو نہ خود کھائی اور نہ کسی بچہ کو کھانے دی۔ بیوی کو کہا کہ پولیس والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ خدا جانے یہ مرغیاں جائز طریق پر لی گئی ہیں یا ناجائز طریق پر۔ دیکھنا خبردار کسی بچہ کو اس میں سے بوٹی نہ دینا۔

آسمانی پرتو

آخر شادی کے پانچ سال بعد خدا جانے باغبان حقیقی کو جنت میں کونسا گلدستہ جوانان صالح کا سجانا تھا جو اچانک یہ لہلہاتا ہوا پھول چن لیا گیا۔ جلسہ سالانہ پر آئے تو مجھے چہرہ غیر معمولی طور پر خوبصورت نظر آیا۔ خدا نے ویسے بھی صحت، جوانی، خوبصورتی سبھی کچھ عطا فرمائی تھی۔ مگر اب کی دفعہ مجھے ایک غیر معمولی نور چہرہ پر نظر آیا جو بہت پیارا لگتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ جوش شباب کا نتیجہ ہے مگر اب سوچتا ہوں کہ دل یہ فتویٰ دیتا ہے کہ وہ چمک ایک آسمانی پرتو تھا۔ کہنے لگے۔ ایک دفعہ میرے دل میں جلسہ کا ایسا اثر ہوا ہے کہ اب کبھی جلسہ ناغہ نہیں کروں گا۔ جہلم میں مقیم تھے۔ گاؤں میں بقیہ رخصت گذاری، وہاں قاعدہ تھا کہ سلسلہ کی

کتابیں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رخصت کے ختم ہونے کے بعد جہلم بمعہ اہل و عیال اپنی نوکری پر چلے گئے۔ نمونیا وارڈ سے طبیعت پر اثر ہوا، نمونیا ہوگیا۔ پہلے تشخیص نہ ہوسکی، چار دن بعد پتہ لگا کہ نمونیا ہے۔ ہسپتال میں داخل کیا گیا، ڈاکٹروں نے بڑی دوڑ دھوپ کی مگر موت کا علاج کس سے ہوا ہے۔ آخر ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

نفس مطمئنہ

بیماری کی ابتداء میں تو بیوی کو تاکید کیا کرتے تھے کہ حضرت امیر کو دعا کے لئے دو وقت صبح شام خط لکھتی رہو لیکن مرنے سے چار روز قبل ایک رویا دیکھی۔ صبح اٹھ کر کہنے لگے کہ میں تو اپنے آپ کو اتنا نیک نہیں سمجھتا مگر آج میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور کم و بیش ستر آدمی میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور کیسے تشریف لائے۔ فرمایا تمہاری فاتحہ خوانی کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد کہہ دیا کہ میری موت اب قریب ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ سب کہتے رہے کہ تمہیں وہم ہوگیا ہے مگر عدالت خان یہی کہنے لگے کہ بس میری موت یقینی ہے۔ نماز اس حالت میں بھی کبھی قضا نہ کی۔ تیمّم کے ساتھ پڑھتے رہے۔ چنانچہ آخری دن عصر کی نماز بھی پڑھی۔ شام کے وقت کہنے لگے کہ کمزوری کی وجہ سے اس وقت نماز پڑھی نہیں جاتی۔ اچھا آگے چل کر پڑھ لیں گے۔ بھائی کو سامنے بلایا کہا کہ میرے باپ کو کہہ دینا کہ گھبرائیں نہیں۔ صبر کریں بہت سے بیٹے باپوں کی موجودگی میں مرا کرتے ہیں۔ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ بیوی کو سامنے بلا کر کہا کہ میرا اور تمہارا تعلق اب منقطع ہے۔ یہ بچے اب تک میرے تھے۔ اب تمہارے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ عدالت خان تم گھبرا گئے نبض تمہاری بالکل اچھی ہے۔ کہنے لگے میں گھبرایا نہیں میری زندگی کے اب صرف چار منٹ باقی ہیں۔ میز پر ٹائم پیس رکھا تھا۔ اس کے پورے چار منٹ بعد آنکھیں بند ہوئیں اور ختم ہوگئے۔ میں نے اس قدر تفصیل صرف اس لئے کی ہے تا اس نفس مطمئنہ کا نظارہ میرے دوستوں کے سامنے آجائے۔ کہ ایک مومن متقی کی روح کو مرتے وقت کیا طمانیت نصیب ہوتی ہے۔ دوسرا شخص ہوتا تو جب دیکھتا کہ میں عین عنفوان شباب ہیں جوان بیوی اور چھوٹے بچے چھوڑے جا رہا ہوں۔ اور ماں باپ اور بھائیوں پر غم کا پہاڑ گرا رہا ہوں تو خدا جانے کیا بیقراری اور گریہ وزاری کی حالت اس پر وارد ہوتی۔ مگر نہیں وہ شخص نہایت طمانیت قلب کے ساتھ اپنے رب کے حضور جا رہا ہے۔ سب سے رخصت ہوتا ہے، سب کو تسلی دیتا ہے اور اپنے رب سے اس کی تقدیر پر راضی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر ایک مومن اور ولی اور متقی اور صوفی کا مجاہدہ آکر ختم ہوتا ہے۔ اسی نفس مطمئنہ کے لئے قرآن کریم میں آیا ہے کہ ”اے نفس طمانیت یافتہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔“

دینوی راحت کی ناپائیداری

میں بھی مراڑیاں گیا، قبر پر فاتحہ پڑھی اور جس لڑکی کو آج سے پانچ سال قبل خدا نے اپنے فضل سے سہاگن بنایا تھا۔ میری اپنی شامت اعمال نے بیوہ بنا کر مجھے دکھایا۔ اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ **یولج النهار في الليل** کے نظارے بھی کس قدر عجیب ہیں۔ کس طرح اس سے قبل اس لڑکی اور اس کے بچوں پر دن چڑھا ہوا تھا۔ اور یہ خوشی میں ہنس رہی تھی اور پتہ نہ تھا کہ رات آرہی ہے۔ مگر ساتھ ہی مجھے یہ تسلی ہوئی کہ **یولج الليل في النهار** تو وہیں لکھا ہوا ہے کہ جو دن کو رات بنا دیتا ہے وہ رات کو دن بھی تو بنا دیا کرتا ہے۔ اس رات کو پھر دن بنا دینا اس رب قدیر کے لئے تو بڑا آسان ہے، ہاں ہماری کوئی شامت اعمال سدراہ نہ بن جائے۔ یہی میں نے اس لڑکی کو سمجھایا کہ دنیا کی ناپائیداری دیکھ لی۔ اس کی خوشیوں اور راحت کی ناپائیداری دیکھ لی پھر کیوں نہ انسان آخرت کی طرف توجہ کرے۔ جہاں کی خوشی اور راحت میں سب سے بڑی خوبی مجھے تو یہی نظر آتی ہے کہ وہ ناپائیدار نہیں بلکہ دائمی ہے۔ وہاں اس کے مٹ جانے کا کھٹکا اور خطرہ نہیں۔ یہی مطلب **لاخوف عليهم ولا هم يحزنون** کا ہے۔ یعنی اس خوشی کے بعد غم نہیں۔ شریف اور نیک شوہر ایک نعمت تھی جو محض خدا کا عطیہ تھی۔ تمہارا کوئی حق نہ تھا۔ اس نے وہ نعمت ایک وقت تک کے لئے دی، پھر لے لی۔ کیوں لی۔ یہ اس کی مصلحت ہے مگر مجھے تو ہماری اپنی شامت اعمال نظر آتی ہے۔ ہم اس قابل نہ تھے ورنہ وہ کیوں واپس لے لیتا۔ اب جس نے رات ڈالی ہے وہ دن بھی چڑھا سکتا ہے۔ انسان مایوس کیوں ہو، راحت اور آرام کی وجہ سے خدا کو ہم بھول گئے۔ اب حقیقت پھر نظر آگئی۔ اس کے حضور استغفار کرو۔ اس کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں۔ وہ جو چاہے کر کے دکھا دے، خاک کو اکسیر بنا دے۔ رات کو دن کر دے، اس دنیا کی خوشیوں اور راحتوں پر خدا کو بھول جانے والو! جاگو ہوشیار ہو جاؤ، کیا پتہ ہے کل کیا ہو جائے۔ آج کو غنیمت سمجھو اور خدا سے حفاظت طلب کرو اور اس سے تعلق جوڑ لو۔

درس قرآن ۔ ۲۴

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

''اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی (سچائی) پر نہیں ۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی (سچائی) پر نہیں ۔ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں ۔ اسی طرح انہی کے قول کے مانند وہ لوگ کہتے ہیں جو علم نہیں رکھتے ۔ سو اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف رکھتے تھے ۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے ۔ اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ ان کو مناسب نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے ۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ۔ اور اللہ کے لئے ہے مشرق ہو یا مغرب ۔ پس جدھر تم متوجہ ہو گے ادھر ہی اللہ کی توجہ بھی ہو گی ۔ اور اللہ بہت دینے والا علم رکھنے والا ہے ۔'' (سورۃ البقرہ ۲: آیت 113 تا 115)

یہ سورۃ بقرہ کے چودھویں رکوع کی ابتدائی تین آیات ہیں ۔ یہ رکوع چودھویں کے چاند کی طرح مکمل نور ہے ۔ اس میں چودھویں صدی کے مجدد کے زمانہ کے حالات اور اسلام کے تاریخی انقلاب کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق بخشے کہ میں اس عظیم الشان رکوع کو کماحقہٗ سمجھ سکوں اور سمجھا سکوں ۔

آپ حیران ہوں گے کہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں تو یہودیوں عیسائیوں کا ذکر ہے ۔ مسلمانوں یا اسلام کا اس سے کیا واسطہ ہے؟ بہت بڑا واسطہ ہے جیسا کہ میں ابھی عرض کروں گا ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ سورۃ فاتحہ میں یہ دعا تھی کہ ہم کو سیدھے راستہ پر لے کر چل، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے ۔ اس دعا کے معنی تو بہت وسیع ہیں جیسا کہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کر آیا ہوں مگر رسول اللہ صلعم نے **مغضوب علیھم و لا الضالین** کی تفسیر میں خاص طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر فرمایا ۔ حضور صلعم نے قرآن کریم کے ہی ماتحت یہ تفسیر فرمائی کیونکہ سورۃ بقرہ کے شروع میں ہی یہودیوں کے بارہ میں آیا ہے **و باء و بغضب من اللہ** (البقرہ ۔ ۶۱) یعنی ''اور وہ اللہ کے غضب کے نیچے آ گئے'' ۔ اور سورۃ المائدہ ۵ کی آیت نمبر ۷۷ میں عیسائیوں کے غلو کرنے یعنی ایک انسان کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا بنا لینے اور یوں خود گمراہ ہو جانے اور بہت دنیا کو گمراہ کرنے کا ذکر ہے جو کہ **ضالین** کے معنی ہیں ۔ جہاں رسول اللہ صلعم نے **مغضوب علیھم و لا الضالین** کی تفسیر میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر فرمایا وہیں آپؐ نے اپنی امت کو بھی خبردار کیا کہ تم میں سے بہت لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے اس لئے ان قوموں کی غلطیوں سے بچنا ۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے حضور صلعم کی اس تنبیہ کی طرف توجہ نہیں دی ۔ آیئے دیکھیں کیسے؟ ۔

جو آیات میں نے اس درس کے شروع میں پڑھی ہیں ان میں فرمایا کہ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی سچائی پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی سچائی پر نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ الہامی کتاب ایک ہی ہے جو وہ پڑھتے ہیں ۔ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ بائیبل کا بیشتر یعنی بڑا حصہ تورات ہے ۔ اس لئے تورات یہودیوں اور عیسائیوں میں مشترکہ کتاب ہے ۔ اس سے پچھلے رکوع میں آیت نمبر ۱۱۱ میں فرمایا تھا **وقالو الن یّدخل الجنّۃ الامن کان ھوداً او نصریٰ** یعنی یہودی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہو گا اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہو گا ۔ گویا یہودیوں اور عیسائیوں کی دو غلطیوں کا ذکر فرمایا ۔ اوّل یہ کہ ان میں سے ہر ایک

اپنے آپ کو جنتی سمجھتا ہے اور دوسرے کو جہنمی یعنی ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اتنا اچھا سمجھتا ہے کہ گویا وہ جنت کا حقدار ہے۔ اور دوسری غلطی یہ کہ ان دونوں میں سے کسی کو دوسرے میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ آج کے درس کی ابتدائی آیت میں فرمایا کہ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی سچائی پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی سچائی پر نہیں''۔ یہ انسانی کمزوریاں عام ہیں اوّل یہ کہ اپنے آپ کو پاک وصاف اور بے گناہ سمجھنا اور دوسروں کے عیبوں کو دیکھنا۔ دوئم یہ کہ دوسروں میں کوئی خوبی نظر نہ آئے۔ تو جب یہ دو کمزوریاں عام ہیں تو یہودیوں اور عیسائیوں کو کیوں نام لے کر ان کا الزام دیا۔ اس کا جواب **وھم یتلون الکتب** کے الفاظ میں موجود ہے کہ ان میں تورات مشترک کتاب ہے جس کو دونوں مانتے اور پڑھتے ہیں۔ ایک مشترک کتاب کے ہوتے ہوئے اتنی تنگدلی!

اس میں مسلمانوں کے لئے کیا سبق ہے؟ وہ یہ کہ یہودی مذہب اور عیسائی مذہب تو علیحدہ علیحدہ نبیوں یعنی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے منسوب ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں صرف تورات ہی مشترک ہے انجیل نہیں۔ مگر مسلمان تو بالکل ایک نبی کی امت ہیں اور ان کی کتاب **بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الحمد للہ رب العالمین** سے لے کر **والناس** تک بالکل ایک ہے۔ تو ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک قبلہ رکھنے والے مسلمان اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی اتباع کرنے لگیں تو کس قدر قابل افسوس بات ہے! کیا مسلمانوں میں ہر ایک فرقہ صرف اپنے آپ کو جنتی نہیں سمجھتا اور دوسروں کو جہنمی جس طرح یہود کے ۷۲ فرقے یا یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں؟ کیا مسلمانوں میں یہ حالت نہیں کہ ایک فرقہ کو دوسروں میں بالکل کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی؟ یہی حال یہود کے ۷۲ فرقوں اور یہودیوں اور عیسائیوں میں ایک دوسرے کی نسبت تھا حالانکہ تورات ان میں مشترک کتاب ہے۔

مسلمانوں میں بھی سب فرقے ایک ہی کتاب یعنی قرآن حکیم پہ ایمان رکھتے ہیں۔ اس پاک اور پرحکمت کتاب میں جہاں **ولا تفرقوا** یعنی اپنے میں پھوٹ نہ ڈالنے کا حکم ہے وہاں اس سے معاً قبل فرمایا **واعتصمو بحبل اللہ جمیعاً** (آل عمران ۱۰۲) یعنی خدا کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑو۔ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا کی رسی خدا کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی ہے۔ یعنی جو اس کتاب کو تھامے گا اور اس پر عمل کرے گا وہ اخلاقی اور روحانی ترقی کرتا آسمان پر پہنچ جائے گا۔ تو قرآن نے فرمایا کہ قرآن پر سب جمع ہو جاؤ۔ اگر کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کا فیصلہ قرآن سے کرو۔ مسلمانوں میں جتنے فرقے پیدا ہوئے ہیں اگر وہ قرآن سے اپنے اختلاف کا فیصلہ چاہتے تو ہرگز فرقے نہ بن جاتے۔ الغرض **بسم اللہ** سے **والناس** تک ایک ہی کتاب پڑھنے کے باوجود مسلمانوں میں کیوں اتنی تنگ دلی پیدا ہوگئی کہ ان کے فرقوں کو ایک دوسرے میں کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی اور وہ اپنے سوا باقیوں کو گمراہ بلکہ کافر تک کہنے لگ گئے۔ اس کی پیشگوئی بھی اس کلام پاک نے خود کر دی جب فرمایا کہ **کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم** یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہی کہتے ہیں یا کہیں گے وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے۔ مفسرین نے ان الفاظ سے دوسرے مذاہب کو لیا ہے جو یہودی اور عیسائی مذہب سے پہلے ہوئے تھے۔ مگر جہاں پہلوں کا ذکر آگے اسی رکوع میں آیت نمبر ۱۱۸ میں آتا ہے وہاں **من قبلھم** کے الفاظ بڑھا دیئے ہیں کہ ان سے جو پہلے ہوئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح وہ بات کہی تھی جو وہاں مذکور ہے کہ خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔ یہاں چونکہ الفاظ **من قبلھم** نہیں ہیں تو صاف اشارہ ہے کہ یہاں یہود اور عیسائیوں کے بعد آنے والے لوگ بھی شامل ہیں جو کہ مسلمانوں کے سوا کون ہیں؟

اگلے الفاظ آزادی ضمیر یا مذہبی آزادی کا اس دنیا کے لئے چارٹر Charter ہیں **فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون** یعنی ''سو اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔'' اختلاف مذاہب یا اختلاف عقائد کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن فرمائے گا۔ اس دنیا میں کسی کو اختیار نہیں کہ وہ دوسروں کو گمراہ یا کافر بناتا پھرے۔ اس مکمل مذہبی آزادی کی وجہ سے ہی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو محض عقائد کی بناء پر نہ تو موت دیتا ہے نہ اس سے کم تر کوئی سزا۔ قرآن پاک میں جہاں قوموں کو اس دنیا میں سزا کا ذکر ہے تو صرف دو حالات ہیں۔ اوّل تو جب کوئی خدا کا نبی یا مامور آتا ہے اور اس کے دشمن اسے یا اس کے مشن کو

تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اصلاح کا کافی موقع دینے کے بعد ان دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو خود نبی یا مامور یا اس کا مشن تباہ ہو جائے۔ یہ ہلاکت ان کے عقائد کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ نبی یا مامور اور اس کے مشن کو ہلاکت سے بچانے کے لئے۔ دوئم جب کسی قوم کی بدعملی اس قدر بڑھ جائے کہ اس کی وجہ سے زمین میں امن قائم نہ رہ سکے یا دوسروں کی زندگی حرام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے بدکار لوگوں کو یا تو سزا دیتا ہے اور اگر وہ اس سے بھی باز نہ آئیں تو پھر ہلاک کر دیتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ ان کی بدکاریوں یعنی بُرے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ عقائد کی بناء پر۔

پھر فرمایا: ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کو مناسب نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔'' یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہود اور عیسائیوں کی غلطیوں کا ذکر فرما کو مضمون مسلمانوں کی طرف بدل چکا ہے جیسا کہ پچھلے الفاظ سے بھی ظاہر تھا مگر یہاں تو صاف اللہ کی مسجدوں سے روکنے کا ذکر ہے۔ دوئم یہود اور عیسائیوں کی بے شک تنگ دلی کا ذکر کیا کہ ایک دوسرے میں بالکل کوئی خوبی نہیں دیکھ سکتے تھے حالانکہ تورات دونوں میں مشترک کتاب تھی۔ مگر یہودی اور عیسائیوں نے اپنے عبادت گاہوں سے ان کو نہ روکا جو ان سے عقائد میں اختلاف رکھتے تھے۔ بلکہ اس صدی میں تو ہم نے خود دیکھا ہے کہ گرجوں میں غیر عیسائی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ آن کر اپنے عقائد یا مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ یہ تو مسلمانوں نے کیا کہ فرقہ، فرقہ نے باقیوں کو اپنی مسجدوں میں آنے سے روکا بلکہ اس پر لڑائی جھگڑے ہو گئے۔ ہاتھ کہاں باندھا یا و لا الضالین کہا یا و لا الدالین یا آمین اونچی کہی یا دل میں اس پر مسجدوں میں لڑائی جھگڑے ہو گئے اور جس فرقہ کی مسجد تھی اس کے غیر کو مار کوٹ کر نکال دیا گیا۔ مسلمانوں میں تکفیر کا مرض تو پرانا تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں خوارج کے فتنہ میں پہلی دفعہ تکفیر شروع ہوئی۔ مگر تب یا بعد میں یہ نہیں ہوا کہ مسجدوں سے ایک دوسرے کو روک دیا گیا۔ یہ تو تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں آن کر حالت ہو گئی تھی کہ مسجدوں کے باہر لکھا جانے لگا کہ وہ کس فرقہ کی مسجد ہے اور باقیوں کو روک دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسوں سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے کیونکہ مسجدیں تو اس لئے بنی تھیں کہ اللہ کو ان میں یاد کیا جائے۔ اور جو اس سے لوگوں کو روکتا ہے وہ ان کو ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ویران تو مسجدیں ہو گئیں۔ اسی کو شاعر مشرق نے یوں لکھا ہے کہ وہ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے اور حالی نے مسدس میں کس قدر دردناک نقشہ کھینچا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ مسجدوں سے روکنے والے جنہیں چاہیے تو یہ تھا کہ مسجدوں میں نہ داخل ہوتے مگر اللہ سے خوف کرتے ہوئے انہوں نے مسجدوں کو گویا اپنا گھر بنالیا ہے نہ کہ خدا کا گھر کہ جس کو چاہیں نہ اجازت دیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

آگے عجیب الفاظ آتے ہیں۔ فرمایا ''اور اللہ کے لئے ہی ہے مشرق ہو یا مغرب پس جدھر تم متوجہ ہو گے ادھر ہی اللہ کی بھی توجہ ہو گی۔ اور اللہ بہت دینے والا، علم رکھنے والا ہے۔'' **سبحن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحن اللّٰہ العظیم** کیا زبردست پیشگوئی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے کی گئی اور کس طرح وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ فرمایا کہ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی۔ اسلام پہلے مشرق میں پھیلا چاہے وہ مشرق وسطیٰ Middle East ہو یا ایشیاء۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تہذیب اور تمدن اور علم کا گہوارہ مشرق ہی تھا۔ اسلام وہ مذہب نہیں کہ جاہلوں یا نیچ اقوام کو ان کی جہالت کا فائدہ اٹھا کر منوایا جاسکے۔ یہ اندھیرے کی طرف نہیں جاتا بلکہ روشنی کی طرف جاتا ہے۔ سو آج سے چودہ سو سال پہلے یورپ اور امریکہ میں تو تاریکی تھی۔ اور تہذیب و تمدن اور علوم کی روشنی مشرق میں تھی اس لئے اسلام اس زمانہ میں مشرق کی طرف ہی گیا۔ آج اس کے برعکس علوم اور سائنس کی ترقیات مغرب میں ہیں۔ مشرق میں چونکہ وہ مذہبی تنگدلی آ گئی تھی کہ ایک دوسرے کو مسجدوں تک سے روکا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے مجدد یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی جماعت کے ذریعہ سے اسلام کا رُخ مغرب کی طرف موڑ دیا۔ آپ ہی نے اسلام کو وہ معقولیت اور علم اور روشنی کا مذہب بنا کر پیش کیا کہ آج علمی دنیا صرف اسی کو قبول کر سکتی ہے۔

یورپ میں ہزاروں اور امریکہ میں بھی لاکھوں مسلمان بھائی اسی جماعت کے قرآن کے ترجمہ وتفسیر اور لٹریچر کو پڑھ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اسلام کے مغرب میں پھیلنے کے آثار دن بدن روشن ہور ہے ہیں۔

حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ قرآن پاک نے حضورؐ کو ہی سراجاً منیراً یعنی روشن یا نور والے سورج کا نام دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ مادی سورج بھی مشرق سے پہلے طلوع کرتا ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ مغرب میں غروب ہو گیا تو دراصل اس وقت سورج مغرب میں طلوع کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے انسان قرآن اور رسول اللہ صلعم کے صدقے اور قربان ہو جائے کہ دونوں کی پیشگوئیاں کس خوبی سے چودہ سو سال کے بعد پوری ہو رہی ہیں۔ **فالحمدللہ علی ذالك**

آخری الفاظ ہیں ان اللّٰہ واسع علیم ۔ اللہ بہت دینے والا علم رکھنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے مشرق میں ۸۰، ۹۰ کروڑ مسلمان تمہیں دیئے تو مغرب میں وہ اس سے بھی بڑھ کر کر دے گا اور وہ علم رکھتا ہے کہ کہاں کہاں سعید روحیں ہیں وہ اسے قبول کریں گی۔ ہمارا کام ہے کہ ہم مغرب کی طرف منہ موڑیں بلکہ فرمایا کہ جدھر بھی تم اپنا مونہہ کرو گے اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی ادھر ہی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر حوصلہ اور ہمت بڑھانے والا وعدہ کیا ہو سکتا ہے۔ کمی ہے تو ہماری کوشش کی ہے۔

اس رکوع کے اگلے الفاظ میں اللہ کے بیٹا ہونے کے عیسائی عقائد اور دوسرے اعتراضات کا جو مغرب میں کئے جاتے ہیں مثلاً وحی والہام پر ان کا جواب دیا ہے۔ یہ صاف اشارہ ہے کہ اس رکوع میں اسلام کے مغرب میں ہی جانے کا ذکر ہے۔ قرآن بھی کیا عجیب کتاب ہے!

☆☆☆☆

مختصر کارکردگی رپورٹ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے بیرونی جماعتوں سے ''رابطہ مہم'' کا باقاعدہ آغاز کر دیا ہے۔ موجودہ مجلس انتظامیہ کے تمام اراکین نے شاہدرہ (لاہور) کا دورہ کیا۔ شاہدرہ مسجد میں تمام احباب وخواتین کو اکٹھا کیا گیا اور قاری ارشد محمود صاحب (صدر شبان الاحمدیہ) نے ''نماز پڑھنے کے عملی طریقے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور جماعت کے ساتھ وابستگی'' کے بارے میں ایک ایمان افروز لیکچر دیا۔ چوہدری ناصر احمد صاحب نے مخصوص بصیرت افروز انداز میں احباب اور شبان کو سمجھایا کہ اکابرین جماعت نے کس طرح اپنے منشور کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں کیں۔

اختتام پر قاری ارشد محمود صاحب (صدر شبان الاحمدیہ) نے خصوصی دعا کروائی اور شاہدرہ جماعت کی کارکردگی کو سراہا اور دعاؤں کے ساتھ یہ کاروانِ شبان اختتام پذیر ہوا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے جامع دارالسلام میں ''بچوں کی اصلاح و تربیت اور جسمانی نشوونما'' کے موضوع پر ایک پروگرام تشکیل دیا جس میں تمام دارالسلام کے بچوں نے شرکت کی۔ بچوں کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا گیا اور بچوں کے درمیان کھیلوں کے مختلف مقابلے کروائے گئے جس میں جیتنے والے بچوں کو شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے انعامات تقسیم کئے گئے اور پروگرام کے آخر میں بچوں کی پسندیدہ چیزوں سے تواضع کی گئی۔

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

ایک نابینا بوڑھی عورت

مدینہ کی جانب ایک چھوٹا سا گھر تھا جس میں ایک نابینا بوڑھی عورت رہتی تھی، جس کے پاس ایک ڈول، ایک بکری اور کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی کے سوا دنیا کا کچھ سامان نہیں تھا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ ہر شب اس عورت کی خبر گیری کیا کرتے تھے، اس کے لیے پانی کا انتظام کرتے اور اس کی حالت سنوارتے۔ اس بات کو ایک عرصہ بیت گیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ہر چیز باسلیقہ اور ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ فوراً سمجھ گئے کہ ضرور ان سے پہلے کوئی شخص آیا ہوگا، جس نے سارا کام درست کر دیا۔ اس کے بعد آپ بھی کئی بار آئے اور ہر مرتبہ دیکھتے کوئی شخص ان سے پہلے آ کر گھر کا کام کر جاتا ہے اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتا ہے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر کون ان سے پہلے آ کر سارے کام کر جاتا ہے، گھر کے قریب کسی کونے میں چھپ گئے۔ اچانک ایک آدمی کو گھر کے قریب آتے دیکھا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، پھر اندر چلا گیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جو ان دنوں مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس پوشیدہ جگہ سے باہر آئے، آپؓ کے لیے حقیقت امر واضح ہوگئی۔ اپنے آپ سے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے: ''ابوبکرؓ! خدا کی قسم تم ہی ہو سکتے ہو، خدا کی قسم! تم ہی ہو سکتے ہو'' (آفتاب احمد، پشاور)

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال 1: حضرت نبی کریم ﷺ کے مؤذن کا کیا نام تھا؟

(۱): حضرت بلالؓ (۲): حضرت سعدؓ (۳): حضرت عبدالرحمٰنؓ

سوال 2: آدم ثانی کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

(۱): حضرت لوطؑ (۲): حضرت نوحؑ (۳): حضرت ابراہیمؑ

سوال 3: قرآن کریم کی کس سورۃ میں سب سے زیادہ توحید بیان کی گئی؟

(۱): سورۃ البقرہ (۲): سورۃ توبہ (۳): سورۃ اخلاص

سوال 4: قرآن کریم کی اس سورۃ کا نام بتائیں جس کا نام کسی عورت کے نام پر ہے؟

(۱): سورۃ طٰہٰ (۲): سورۃ آل عمران (۳): سورۃ مریم

سوال 5: نبی کریم ﷺ کی پہلی شادی کس عورت سے ہوئی؟

(۱): حضرت عائشہؓ (۲): حضرت حفصہؓ (۳): حضرت خدیجہؓ

گذشتہ شمارہ کے درست جوابات دینے والوں کے نام

(۱): ولید حسین (لاہور) (۲): اعزاز احمد (پشاور) (۳): زیاد احمد (پشاور)

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دار السلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور شہر کا نام ☆ سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں۔

☆☆☆☆

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دار السلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

(از: محمد اعظم علوی مرحوم)

ولولے تازہ کریں ، قلب و نظر تازہ کریں
پُر یقیں اُمید پر رختِ سفر تازہ کریں

نرگسِ ایام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
زخمِ دل تازہ کریں ، زخمِ جگر تازہ کریں

عہدِ ماضی کے تبسّم خیز پیمانوں کے ساتھ
آؤ پھر رنگینیٔ شام و سحر تازہ کریں

پھر امامِؑ وقت کے ارشاد کی تکمیل میں
گرمیٔ ایماں سے ہر دل پر اثر کریں

ہوگا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج
گُلبنِ اخلاص ہستی کو اگر تازہ کریں

نُور کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ
ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں
درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

پھر بپاسِ آشتی ہمدردیوں کا درس دیں
پھر بہ نام امن فکر بے ضرر تازہ کریں

جن پہ علویؔ اساسِ عظمت و تقدیسِ قوم
اُن روایاتِ کہن کو سربسر تازہ کریں

☆☆☆☆